مسلمانوں کا بلدیاتی نظام

www.KitaboSunnat.com

مشتاق ۔ اے ۔ چوہدری

ناشر
پاک عرب علمی فاؤنڈیشن
۸۱ ۔ ہیرن روڈ ۔ اسلام پورہ ۔ لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب...عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

مسلمانوں کا بلدیاتی نظام

مشتاق۔ اے۔ چوہدری

www.KitaboSunnat.com

ناشر
پاک عرب علمی فاؤنڈیشن
۸۶۔ ہیرن روڈ۔ اسلام پورہ۔ لاہور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جملہ حقوق بحقِ مصنّف محفوظ ہیں

طابع ——— چوہدری مشتاق احمد
اشاعت ——— دوم
تعداد ——— ایک ہزار
قیمت ——— ۳۰ روپے

اگست ۱۹۸۳ء

طبع فی المطبعة العربية
۳۰- ایبک روڈ، بالمقابل منشی چیمبرز پرانی انارکلی، لاہور، پاکستان

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انتساب

والدہ مرحومہ کے نام
جن کی زندگی
اسلامی کردار کا مکمل نمونہ تھی

Institute of Islamic Studies
LIBRARY
Punjab University Lahore.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پاکستان

اسلام آباد

جنرل محمد ضیاء الحق

صدر اسلامی جمہوریہ پاکستان

۲۹/شعبان المعظم ۱۴۰۲ھ

۲۲/جون ۱۹۸۲ء

مکرمی جناب چوہدری مشتاق احمد صاحب

السلام علیکم۔ آپ کا خط اور "مسلمانوں کا بلدیاتی نظام" کے دو نسخے موصول ہوئے۔ شکریہ

میں نے آپ کی کتاب کا جستہ جستہ مطالعہ کیا۔ مجھے بڑی خوشی ہے کہ اسلامی علوم مدنیت پر آپ نے یہ کتاب تالیف کر کے وقت کی ایک اہم ضرورت کو پورا کیا ہے۔

آپ کی کتاب کے دو اوّل باب "مقدمہ" اور "اسلام کا بلدیاتی فلسفہ" نہایت مفید اور پُرمغز ہیں جنہیں میں نے گہری دلچسپی سے پڑھا۔ بقیہ ابواب میں آپ نے نہایت آسان، عام فہم اور دلچسپ پیرائے میں جو مواد یکجا کیا ہے وہ نہ صرف عام قاریوں کے لئے بلکہ میری رائے میں طلبا اور طالبات کے لئے بھی مفید ثابت ہوگا۔

اگر اس کتاب کی کتابت اور طباعت زیادہ بہتر ہوتی تو آپ کی کوشش معنوی اعتبار کے علاوہ صوری اعتبار سے بھی دلکش ہو جاتی۔

مجھے پوری امید ہے کہ اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن زیادہ بہتر صورت میں شائع کیا جائے گا۔

براہ کرم اس کتاب کے شائع کرنے پر میری طرف سے مبارک باد قبول کیجئے۔

امید ہے کہ آپ مع الخیر ہوں گے۔

آپ کا خیر اندیش

محمد ضیاء الحق

چوہدری مشتاق احمد
ڈپٹی چیف آفیسر
لاہور میونسپل کارپوریشن
لاہور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

Sardar Mohammad Iqbal

CHAIRMAN APPELLATE COURT DIVISION
WORLD ASSOCIATION OF JUDGES

FORMER
CHIEF JUSTICE, LAHORE HIGH COURT

CHAMBER
SARDAR IQBAL & CO.
ATTORNEY-AT-LAW
42 - BANK SQUARE LAHORE
PHONE : 66700

RESIDENCE :
3 - GULBERG V, LAHORE
PHONE : 871100

مسلمانوں کے بلدیاتی نظام کے موضوع پر اگرچہ اکثر تاریخی کتابوں میں بڑی تفصیل کے ساتھ مل جاتا ہے نیز ایسی کتابوں میں جو صرف مسلمانوں کے نظام حکومت سے بحث کرتی ہیں بلدیاتی نظام کے مختلف گوشوں اور شعبوں پر نہایت مفید اور تعمیری تنقید بھی دیکھنے میں آتی ہے تاہم تاریخی اور تنقید کی کتابوں میں یہ سب کچھ اس قدر پھیلا ہوا ہے کہ موجودہ دور کی نہایت مصروف زندگی میں ایک قاری کے لئے یہ ممکن نہیں کہ وہ دل ونگاہ میں اس کو سمیٹ سکے یا فکر ونظر میں اس کا احاطہ کر سکے۔

زیر نظر کتاب نے اس مشکل کو بڑی حد تک آسان کر دیا ہے۔ یہ کتاب بلدیاتی نظام کے موضوع پر متعدد اور مستند ماخذوں کا بہترین ماحصل اور جامع خلاصہ ہے۔ مؤلف نے زیر بحث موضوع پر نہایت اچھے الفاظ میں گفتگو کی ہے اور تاریخی شہادتوں سے یہ ثابت کیا ہے کہ یورپ میں جو آج بلدیاتی نظام کے نہایت عمدہ اور اعلیٰ نمونے دیکھنے میں آتے ہیں وہ اسلام ہی کی تعلیمات کا نتیجہ ہیں اور ان میں مسلمانوں کی کوششوں کا عکس بہت گہرا ہے جو صاف دکھائی دیتا ہے۔

زیر نظر کتاب کی سب سے بڑی خوبی یہی ہے کہ اس میں مسلمانوں کے بلدیاتی نظام کو جداگانہ حیثیت میں نہایت ربط وتسلسل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ موضوع کو نہایت عام فہم اور سلیس زبان میں بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس اعتبار سے کہ اردو زبان میں ایک علیحدہ اور باقاعدہ طور سے اس موضوع پر اب تک کوئی کتاب دیکھنے میں نہیں آئی مؤلف کی یہ کوشش منفرد حیثیت رکھتی ہے اور قابل ستائش ہے۔

سردار محمد اقبال
وفاقی محتسب اعلیٰ حکومت پاکستان

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

Zafar Law Associates

HAFEEZ CHAMBERS,
85, SHAHRAH-E-QUAID-E-AZAM,
LAHORE

PHONES :
Lahore : Res. 854152
Off. 65911
55782
Murree : 2330
Peshawar : 72412

محترمی ۔ سلام مسنون

میں نے آپ کی کتاب "مسلمانوں کا بلدیاتی نظام" کا بغور مطالعہ کیا ہے ۔ اردو میں اب تک اس موضوع پر کوئی کتاب دیکھنے میں نہیں آئی ۔ اس لحاظ سے آپ ہی پہلے فرد ہیں جنہوں نے بلدیات کے موضوع پر نہایت عالمانہ انداز میں قلم اٹھایا ہے ۔ اور تاریخ کی مستند کتابوں کے حوالے دے کر یہ ثابت کیا ہے کہ آج یورپ میں بلدیات کے جو اعلیٰ نمونے دکھائی دیتے ہیں وہ سب کے سب مسلمانوں ہی کی سماجی اور ثقافتی کوششوں کا نتیجہ ہیں ۔ اللہ کرے زور قلم اور زیادہ

السلام علیکم

ظفر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

Telegrams : PASCOL
Telephone : 320463

GOVERNMENT OF PAKISTAN

Pakistan Administrative Staff College

MASRUR HASAN KHAN
PRINCIPAL

Shahrah - e - Quaid - e - Azam
LAHORE

No. 1/1/78-15

Dated 15 April, 1982

Dear Ch. Mushtaq Ahmed,

Thanks indeed for presenting me a copy of It is a praise-worthy and pioneering effort involving considerable research and study. It is a useful document and is very relevant to the present day attempts of the Regime to give a sound Islamic base to our institutions. I congratulate you on this work and hope that you will continue to make further contributions to the literature on the subject.

I have asked our Librarian to place orders for a few copies of this book for our Research Library.

With kind regards,

Yours sincerely,

(MASRUR HASAN KHAN)

Ch. Mushtaq Ahmed,
Deputy Chief Officer,
Lahore Municipal Corporation,
Lahore.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مندرجات

۱۔ دیباچہ	۷
۲۔ پیشِ لفظ	۹
۳۔ مقدمہ	۱۱
۴۔ اسلام اور بلدیاتی نظام کا فکری ارتقاء	۱۹
۵۔ اسلام کا بلدیاتی فلسفہ	۲۶
۶۔ بلدیاتی مالیات	۴۶
۷۔ مسلمانوں کا بلدیاتی نظم و نسق	۶۰
۸۔ انتظامی پہلو	۶۳
۹۔ بلدیاتی زندگی میں شہریوں کی شمولیت	۹۱
۱۰۔ سماجی و رفاہی پہلو	۹۳
۱۱۔ بلدیاتی ملازمین کے حقوق و فرائض	۹۵
۱۲۔ چند اسلامی شہروں کا ذکر	۱۰۸
۱۳۔ اختتامیہ	۱۴۵
۱۴۔ ضمیمہ	۱۴۸
۱۵۔ کتابیات	۱۵۰

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیباچہ

"مسلمانوں کا بلدیاتی نظام" کا دوسرا ایڈیشن مفید ترامیم و اضافوں کے ساتھ شائع کیا جا رہا ہے۔ پہلے ایڈیشن میں اختصار کے علاوہ کتابت وطباعت کی بعض خامیاں قاری پر گراں گزرتی تھیں۔ زیرِ نظر ایڈیشن میں حک و اضافے کرنے کے ساتھ ساتھ ان خامیوں پر بھی نظر رکھی گئی ہے۔ امید ہے اس سے کتاب کے حجم کے ساتھ ساتھ اس کی خوبصورتی و دلکشی میں بھی اضافہ ہو گا۔

مصنّف

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیش لفظ

آج ہم اپنے مُلک پاکستان میں مکمّل اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے کوشاں ہیں اور ایک ایسا معاشرہ پیدا کرنے کی جدّوجہد میں مصروف ہیں جس کی بنیادیں اسلامی اصولوں پر استوار ہوں۔ اس مقصد کے حصول کے لیے ہمیں دوسرے اداروں کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کے علاوہ ایک ایسا بلدیاتی نظام بھی قائم کرنا ہوگا جو اپنی اساس، اپنی منزل اور اپنی روح کے لحاظ سے اسلامی ہو۔ ایسے نظام کے ذریعہ ہی ہم شہری معاشرہ میں خاص طور پر اور دیہاتی معاشرہ میں عام طور پر پاکیزہ اور صاف ستھرا ماحول پیدا کر کے مطلوبہ نتائج حاصل کر سکتے ہیں

اس وقت جب ہمارے تمام متعلقہ ادارے اور محکمے اسلامی نظامِ حیات، اسلامی نظامِ مملکت اور اسلامی آئین تشکیل کرنے کی کوشش میں شب و روز مصروف ہیں تو اس نظامِ مملکت کے تمام تر ڈھانچے میں بلدیاتی نظام کو بھی ہم آہنگ کرنا ضروری ہے۔ تاکہ اوپر سے لے کر نیچے تک اسلامی نظامِ حیات کے انتظامی سلسلہ کی کڑیاں مکمّل ہو جائیں۔

اس میدان میں ہم ان اصولوں سے جو اسلام نے وضع کیے ہیں، اور ان مثالوں سے جو مسلمانوں نے اس میدان میں قائم کی ہیں کافی حد تک راہ نمائی حاصل کر سکتے ہیں۔ زیرِ نظر کتاب کا مطمحِ نظر بھی ان اصولوں کی مجمل تشریح ہے۔

آج کے جمہُوری دور میں حکوُمتِ خود اختیاری کی اہمیّت سے کوئی صاحبِ نظر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شخص انکار نہیں کرسکتا۔ یہ جمہوریت کی اساس بھی ہے اور ابتدا بھی، تہذیبی عمل بھی ہے اور تہذیب کی ابتدا بھی۔ حکومت خود اختیاری کا مقصد معاشرتی خدمت بھی ہے اور معاشرتی اصلاح بھی۔ مختصراً یہ کہ حکومت خود اختیاری ایک بسیار پہلو عمل ہے۔

حکومت خود اختیاری کے تحت ہمارے ہاں جو بلدیاتی نظام چل رہا ہے، مَیں نے اس کے نقطۂ نظر سے ہی مسلمانوں کے بلدیاتی نظام پر اجمالاً بحث کی ہے۔ مسلمانوں کے نظام میں اور موجودہ بلدیاتی اداروں کے نظام میں فرائض، اختیارات اور طریقِ کار کے لحاظ سے کافی حد تک مماثلت پائی جاتی ہے۔ لیکن موجودہ نظام میں اسلامی نظام کے مقاصد اور رُوح کا سراسر نقدان ہے۔

مجھے اس تصنیف کے مقام اور پایہ کے متعلق کوئی دعویٰ نہیں؛ البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ کتاب موجودہ اسلامی ادب میں ایک بیش قیمت اضافہ ہوگا۔ دوسرے چونکہ اس موضوع پر پہلے کوئی مستقل تصنیف موجود نہیں ہے، اس لیے یہ کتاب بارش کا پہلا قطرہ ثابت ہوگی۔ مَیں نے اس کتاب کو ہر ممکن حد تک آسان اور عام فہم پیرایے میں لکھنے کی کوشش کی ہے، تاکہ یہ اس موضوع سے تعلّق رکھنے والے حضرات کے علاوہ عام قارئین کے لیے بھی دلچسپی کا باعث ہو۔

اس کتاب کی تصنیف کے سلسلہ میں جن افسران، دوست احباب اور ساتھیوں نے میری حوصلہ افزائی فرمائی اور جن کی نیک تمنّائیں میرے شاملِ حال رہیں ان کا شکریہ ادا کرنا میں اپنا خوشگوار فرض خیال کرتا ہوں۔

مشتاق اے۔ چوہدری

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

Institute of Islamic Studies Library Punjab University Lahore.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدّمہ

شہری یا مدنی زندگی اور تہذیب و تمدّن کا گہرا تعلق ہوتا ہے اور کسی معاشرے یا قوم کے تہذیبی رجحانات اور تمدّنی ترقی کا معیار بجا طور پر اس کے شہروں کی حالت سے لگایا جا سکتا ہے۔ اسلام نے جہاں زندگی کے دوسرے فکری و عملی شعبوں میں دُنیا کی رہنمائی کی وہاں ایک ترقی پذیر بلدیاتی فلسفہ بھی پیش کیا، جس کی عملی تعبیر کا عکس قرونِ وسطیٰ کے اسلامی شہروں کی زندگی میں ملتا ہے۔ اسلامی ریاست کے وجود میں آنے کے بعد جلد ہی مسلمانوں نے اپنے شہروں کی تعمیر و ترقی اور تہذیب و آرائش پر غیر معمولی توجّہ دی اور بلدیاتی نظم و نسق کی خاطر موثر اقدامات کیے۔

اسلام سے پہلے کا عربی معاشرہ بدوی و صحرائی معاشرہ تھا۔ قدیم عرب میں صرف چند شہروں کے نام سننے میں آتے ہیں۔ عربوں کی ہمسایہ رومی اور ایرانی تہذیبیں اگرچہ شہری تہذیبیں ہونے کی دعویدار تھیں، لیکن ان کے شہروں میں بھی بلدیاتی سہولتیں برائے نام تھیں۔ یہ اسلام ہی تھا جس نے ایک طرف عربی معاشرہ کو مدنی رنگ دیا اور اہلِ عرب کو نہ صرف ایک وسیع سلطنت بلکہ ایک عظیم تہذیب کا وارث بنا دیا اور دوسری طرف دُنیا کو زندگی کی اعلیٰ مادی اور روحانی اقدار سے روشناس کیا۔

بعثِ نبویؐ کے چند سال بعد اسلامی فتوحات کا سلسلہ شروع ہوا تو مسلمانوں نے وقت کی دو عالمی طاقتوں کو جن کی حیثیت ساتویں صدی عیسوی میں دورِ حاضرہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے امریکہ اور روس سے کم نہ تھی، تھوڑے ہی عرصہ میں پاش پاش کر کے رکھ دیا اور رسولِ اکرمؐ کی وفات پر ایک صدی تک کے عرصہ میں مسلمانوں کی سلطنت چین و ہندوستان تک پھیل گئی، جو دنیا کے تین برّ اعظموں پر چھائی ہوئی تھی۔ اور یہ پوری سلطنت ایک حکمران کے ماتحت ہونے کی وجہ سے اپنے زمانہ کی عظیم سیاسی قوّت تھی۔

ایک وسیع خطّۂ ارض پر غلبہ حاصل کرنے کے علاوہ مسلمانوں نے دنیا کو نیا پیغام سنایا اور نفاست پسندی، صفائی، امن، سادگی اور اخوّت و مساوات کی تعلیم دی۔ جب فوجی ہنگامہ آرائی سے ذرا اطمینان نصیب ہوا، تو انہوں نے علم و حکمت اور تہذیب و ثقافت کے میدان میں بے مثال کارنامے انجام دیے۔ مسلمانوں نے نہ صرف ایک تہذیبِ نو اور اسلامی علم و حکمت کی بنیاد رکھی، بلکہ اپنے سے پیشتر موجود علمی، سائنسی اور تہذیبی و ثقافتی ترقیات سے بھی کماحقہٗ فائدہ اٹھایا، مگر علم کی کسی بھی شاخ کو پہلی حالت میں قبول نہ کیا، بلکہ سب میں حک و اضافے کر کے اپنی مخصوص چھاپ لگا دی۔ اس طرح فرمانروائی اور جہانداری کے میدان میں ہی نہیں، بلکہ تہذیبی و تمدّنی میدان میں بھی برتری حاصل کی۔

یوں تو اسلامی سلطنت میں درجنوں ایسے مراکز تھے جہاں سے علم و حکمت کی ضیا پاش کرنوں کے دھارے پھوٹ رہے تھے، لیکن سب سے بڑے مرکز دو تھے، بغداد اور اندلس۔ بغداد کی بنیاد عباسی خلیفہ منصور کے عہد میں پڑی اور چند سالوں میں اس کی آبادی لاکھوں افراد تک پہنچ گئی اور اس نے علوم و فنون کا مرکز ہونے کے علاوہ ایک تجارتی اور بین الاقوامی شہر کی حیثیّت اختیار کر لی۔ ایک وقت میں یہاں سینکڑوں علماء، فنکار، شاعر، ادیب اور موسیقار موجود تھے۔ تعلیم کے لیے بیسیوں تعلیمی ادارے اور لائبریریاں تھیں۔ پینے کے پانی کے لیے کئی نہریں رواں تھیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روشنی کا مناسب انتظام تھا۔ سڑکیں پختہ اور کشادہ تھیں جن پر روزانہ صفائی کی جاتی تھی۔ گلاب اور کیوڑے کا عرق چھڑکنے کا اہتمام کیا جاتا تھا۔

اندلس میں مسلمانوں نے کئی سو سال تک حکومت کی اور اس ملک میں اعلیٰ ثقافتی و تمدّنی روایات چھوڑیں۔ ایک مورخ اندلس کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ مسلمانوں کے زمانے کا اندلس اگر رشکِ ماہتاب و قمر نہیں تو رشکِ جہاں ضرور تھا۔ چونکہ اس ملک میں درختوں، نہروں اور پرندوں کی بہتات تھی، اس لیے اس کا دامن قدرتی نظاروں سے لبریز تھا۔ قدرتی حُسن کا خطّہ ہونے کے علاوہ اسلامی اندلس بیسیوں شاعروں، ادیبوں، طبیبوں، عالموں اور سائنسدانوں کا مسکن تھا، جہاں تشنگانِ مغرب بھی آکر اپنی علمی پیاس بُجھاتے تھے۔

اسلام نے ایک زبردست سیاسی قوّت بن کر اُبھرنے کے علاوہ جلد ہی ایک شہری اور مدنی تحریک کی حیثیّت بھی اختیار کر لی۔ اس کے نتیجہ میں جہاں پُرانے شہروں میں تعمیر و ترقی اور وسعت کا آغاز ہوا وہاں ساتھ ہی نئے شہر آباد ہونا شروع ہو گئے۔ ان ہر دو قسم کے شہروں میں اس زمانہ کے لحاظ سے اعلیٰ قسم کی بلدیاتی سہولتوں کا اہتمام کیا جانے لگا، جن میں آب رسانی، حفظانِ صحت، تعلیم اور صحت و صفائی سرِ فہرست تھی۔ تعمیر و ترقی کے اس سلسلہ کی پہلی کڑی مسجدِ نبویؐ کی تعمیر ہے جس کی ابتدا خود پیغمبرِ اسلام نے اپنے دستِ مبارک سے کی اور ساتھ ہی صاف ستھری مدنی اور شہری زندگی کے متعلق ہدایات و احکامات کا ایک وسیع ذخیرہ مہیّا کیا۔ ان ہدایات کو اساس بنا کر آج بھی بلدیاتی نظم و نسق کے مختلف پہلوؤں کے متعلق مجموعۂ قوانین مرتّب کیا جا سکتا ہے جو زمانۂ حال کے ہر ترقی پسند معاشرے کا ساتھ دے سکے گا۔

مسلمانوں کے عہد میں زمانۂ حال کی طرح اگرچہ مخصوص بلدیاتی ادارے دیکھنے میں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں آتے، لیکن پھر بھی ہر شہر میں ایسے انتظامات، تنظیمیں، ادارے اور عہدے دار موجود تھے جو شہریوں کو مطلوبہ بلدیاتی سہولتیں مہیّا کرتے تھے۔ یہ بھی دیکھنے میں آتا ہے کہ قدیم اسلامی شہروں میں انجام دیے جانے والے بلدیاتی امور کا دائرہ آج کے مقابلہ میں کم وسیع نہ تھا۔

اسلامی عروج کا تعلّق قرونِ وسطیٰ سے ہے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب یورپ میں علم و تہذیب اور اخلاق کا کوئی تصوّر موجود نہ تھا۔ بڑے بڑے شہروں مثلاً لندن، پیرس اور برلن کی سڑکوں پر فضلے کے ڈھیر لگے رہتے تھے۔ رات کو روشنی کا کوئی انتظام نہ تھا۔ جو شخص رات کو گھر سے باہر نکلتا وہ عموماً کیچڑ سے لت پت ہو جاتا تھا۔ نہانا اتنا بڑا گناہ تھا کہ جب پاپائے روم نے جرمنی کے بادشاہ فریڈرک دوم (۱۲۱۲ - ۱۲۵۰ء) پر کفر کا فتویٰ لگایا تو فہرستِ الزامات میں یہ بھی درج تھا کہ وہ ہر روز مسلمانوں کی طرح غسل کرتا ہے۔ سپین میں مسلمانوں کے زوال کے بعد تمام حمام اس لیے بند کر دیے گئے تھے کہ ان سے مسلمانوں کی یاد تازہ ہوتی تھی۔ قرونِ وسطیٰ میں یورپ کی طرزِ بود و باش کے متعلق ایک انگریز مورّخ اپنی کتاب معرکۂ مذہب و سائنس میں یوں رقمطراز ہے:

پورا برِاعظم تقریباً گھنے جنگلوں میں گھرا ہوا تھا۔ گندے پانی کے جوہڑوں اور جھیلوں نے شہروں اور بستیوں کو گھیر رکھا تھا جن سے بدبُو کے بادل اُٹھ اُٹھ کر اوپر کو چڑھتے تھے اور لوگوں کے لیے موت کا پیغام لے کر نازل ہوتے تھے۔ پیرس اور لندن میں لوگ لکڑی، بھُس کے بنے ہوئے گارے اور بانسوں سے مکان بناتے تھے، جن میں کوئی کھڑکی یا روشندان نہیں ہوتا تھا۔

فرش فروش سے کوئی واقف نہ تھا، لوگ زمین پر پھُوس بچھا کر گزارہ کرتے تھے۔ مکان کے اندر دھوئیں کی چمنی لگانا کسی کے خواب و خیال میں بھی نہیں تھا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دھواں مکان کی چھت میں سے ایک سوراخ کے اندر سے اوپر نکلتا تھا لیکن نکلنے سے پہلے مکان کے اندر پھیل کر مکینوں کو طرح طرح کی بیماریوں میں مبتلا کر دیتا تھا۔ عوام صفائی اور نفاست کے نام سے بھی آشنا نہ تھے۔ جانوروں کی اوجھ، رُودے اور سبزیوں کے چھلکے گھروں کے سامنے پھینک دیتے تھے اور وہ ایک ڈھیر کی شکل میں بدبُو اور تعفّن کا سٹور بنے رہتے تھے۔ مرد، عورتیں اور بچّے ایک ہی کوٹھڑی میں سوتے تھے اور اکثر اوقات اسی کوٹھڑی میں گھر کے ڈھور ڈنگر بھی بندھے ہوتے تھے۔ اس شور وغل اور پراگندگی میں شرم وحیا اور فضیلت کا پنپنا محال تھا۔

مؤلف حیاتِ اجتماعی کی تصویر کشی کرتے ہوئے یہ بھی بتاتا ہے کہ آبادیوں میں پانی کے نالوں اور کھائیوں کا وجود نہ تھا۔ لوگ گندگی کی بالٹیاں اور پانی کے برتن گھر کے اندر کھڑے ہوتے باہر انڈیل دیتے تھے اور اکثر راہگیر ان کی لپیٹ میں آتے رہتے تھے۔ سڑکیں اور راستے بالعموم کیچڑ سے اَٹے ہوئے اور تنگ وتاریک ہوتے تھے۔ [1]

اس زمانہ میں جب یورپ ہر طرح کی گندگی اور آلودگی میں تقدس کی جستجو کرتا تھا، اسلامی معاشرہ میں طہارت، پاکیزگی، صفائی اور نفاست پسندی کا دور دورہ تھا۔ ہر روز نہانے کو حمام، کپڑے دھونے اور پینے کے لیے پانی کے سرکاری چشمے موجود تھے۔ مسلمان جہاں کہیں پہنچا، اس نے پاکیزہ اور مصفّا پانی کی بہم رسانی پر سب سے پہلے توجّہ کی۔

خلفائے راشدین سے لے کر ما بعد کے زمانہ میں مسلمانوں نے مختلف شہروں مثلاً مکّہ، مدینہ، بصرہ، کوفہ، دمشق، موصل، بغداد، سمرقند، بخارا، فسطاط، نیشاپور

---

[1] معرکۂ مذہب وسائنس۔ مصنّفہ ڈریپر (DRAPER) بحوالہ ترجمان القرآن۔ اپریل ۱۹۵۸ء

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قاہرہ، قرطبہ اور غرناطہ وغیرہ میں پانی کی فراہمی کو بہت اہمیت دی اور بڑی خطیر رقوم خرچ کیں۔ الخطیب نے اپنی تاریخ کا ایک حصّہ بغداد کی نہروں کے ذکر کے متعلق وقف کیا۔ ان میں سے زیادہ نہریں دریائے دجلہ سے نکالی گئی تھیں۔ نہروں کے علاوہ کئی نالے، کاریزیں، تالاب اور بند تعمیر کیے گئے۔ مکّہ کے مقدّس شہر میں پانی کی قلّت دُور کرنے کے لیے ہارون الرشید کی ملکہ اور نیک دل خاتون زبیدہ نے ایک زیرِ زمین نہر کھدوائی جو آج بھی انہی کے نام سے موجود ہے۔ دمشق کا نظامِ آب رسانی اپنے زمانے کے لحاظ سے مثالی تھا۔

مختصر یہ کہ مملکتِ اسلامیہ کے طول وعرض میں تمام شہروں میں پینے اور استعمال کے پانی کی فراہمی کے موثر انتظامات تھے۔

آب رسانی کے علاوہ اسلامی شہروں میں دیگر بلدیاتی اور شہری سہولتیں وافر طور پر مہیّا کی جاتی تھیں۔ صحت وصفائی، روشنی اور تعلیم کے اہتمام کے علاوہ ہر شہر میں پختہ گلی کوچے، سڑکیں، سیرگاہیں اور پارک موجود تھے۔ اس طرح یہ شہر جہاں ایک طرف علوم وفنون اور تہذیب وتمدّن کے مراکز ہوتے تھے، وہاں عظیم الشّان مساجد، دلکش عمارات، بارونق بازاروں اور تجارتی مراکز کا مرقّع اور نفاست اور صفائی کا نمونہ تھے؛ جن میں انجیر، سیب، سنگترہ، آڑو، انار، خوبانی کے باغات اور گُلِ لالہ، گلاب، چنبیلی اور نرگس کے پھُولوں کے پودے عجیب بہار دکھائی دیتے تھے۔ سیّاح جب ان شہروں میں قدم رکھتے تو ان کی جمالی کیفیّت سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکتے تھے۔

ایک وقت بالآخر وہ آیا جب اسلامی علوم وفنون تہذیبی وتمدّنی رجحانات مختلف واسطوں اور ذریعوں سے یورپ میں پہنچنے شروع ہوئے اور انہوں نے یورپی تہذیب پر اپنا اثر ڈالنا شروع کیا۔ مغربی مورخین اپنے تعصّب کے باوجود

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس حقیقت کا اقرار کرتے ہیں کہ یورپ نے نہ صرف علوم و فنون اور سائنسی میدان میں مسلمانوں سے اثر قبول کیا، بلکہ روزمرہ کی زندگی میں بھی ان سے متاثر ہوئے اور وہاں بھی ایک صاف ستھری زندگی کی داغ بیل پڑی۔ ڈاکٹر بی۔ ڈبلیو سٹیونسن لکھتا ہے:

"مشرق کے علوم و فنون اور سائنسی تحقیقات، اس کے طریقہ ہائے حکومت، اس کی ترقی یافتہ صنعتوں اور یہاں کے اعلیٰ طبقہ کی تعیشات اور گھریلو زندگی کی آسائشوں نے یورپ پر دُور رس اثرات مرتب کیے۔"[1]

اسلامی تہذیب کے یورپ پر اثرات کے متعلق شہرۂ آفاق کتاب "تشکیلِ انسانیت" کا مصنف یوں رقمطراز ہے:

"یورپ کی بیداری میں عربی ثقافت نے جو انتہائی حصّہ لیا اس پر مَیں نے ذرا تفصیل سے اظہارِ خیال کیا ہے، کیونکہ موجودہ زمانے کی غلط بیانیاں کچھ حد سے بڑھ گئی تھیں اور ان کے ازالے کے لیے تفصیل ضروری تھی۔ بہر حال اس میں مَیں نے مبالغہ نہیں کیا۔"

"مشرقی موروں کے ہسپانیہ اور سسلی کی صنعتی اور تجارتی سرگرمیوں نے یورپ کی تجارت و صنعت کو جنم دیا۔ انہوں نے تاجر طبقوں اور تجارتی شہروں کو دولت مند اور قوی بنایا۔ شہری برادریاں اتنی طاقتور ہوگئیں کہ انہوں نے جاگیرداری اقتدار کا کھلم کھلا مقابلہ کیا اور آزاد، جمہوریتوں اور پنچایتوں نے نوابوں کے ظلم اور لاقانونیت کو شکست دے دی۔ اس

---

[1] ڈاکٹر بی۔ ڈبلیو سٹیونسن۔ باب بعنوان صلیبی جنگوں کی رُوح اور اثرات" جلد سوم۔ یونیورسل ہسٹری آف دی ورلڈ (سات جلد لندن ۱۹۲۸ء)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طرح لیوانت سے ثقافت کی طرح سیاسی آزادی اور تنظیم بھی آئی اور مال کی گٹھڑیاں بھی۔"

یہی مصنّف لکھتا ہے کہ مسلمانوں کے تہذیبی و ثقافتی اثر کے تحت جب تک تجارت اور صنعت ترقی پذیر نہ ہوئی تھی اور جب تک شہری لوگ مشرقی درآمد و برآمد سے اثر و نفوذ کے مالک نہ بنے تھے نہ کوئی پنچایتیں قائم ہوئی تھیں اور نہ شہر وجود میں آئے تھے۔ قطلونیہ اور پراونس کے ساحلی قصبے سب سے پہلے عربوں کے ساتھ تجارت کر کے زندگی اور اہمیّت کے حامل بنے۔ مارسیلز آرلس اور نیئس میں آزاد و خود مختار جمہوریتیں قائم ہوگئیں۔ ۱؎

اسلامی تہذیب و تمدّن کی کرنیں جب یورپ میں عکس انداز ہوئیں تو وہاں کی زندگی میں تحرّک پیدا ہوگیا۔ احیائے علوم اور اصلاحِ کلیسا جیسی زبردست تحریکوں نے جنم لیا جن کو بجا طور پر جدید یورپی تہذیب کا نقیب کہا جاتا ہے۔ اسلامی ثقافتی اثرات کا یہ دائرہ صرف علوم و فنون تک ہی محدود نہ تھا بلکہ علم و حکمت کی ترقی کے ساتھ وہاں کے شہروں کی حالت بھی سدھرنے لگی۔ ان میں انتظامی تنظیم بندی کا آغاز ہوا اور صحت و صفائی، تعلیم و روشنی کا انتظام ہونے لگا اور اس طرح مسلمانوں کے تہذیبی اثرات کی بدولت یورپ میں ایک نئی مدنی و شہری زندگی کا آغاز ہوا۔

۱؎ تشکیلِ انسانیت۔ بریفالٹ ترجمہ عبدالمجید سالک ص ۳۱۷، ۳۴۹

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام اور بلدیاتی نظام کا فکری ارتقاء

علمائے عمرانیات اس بات پر متفق ہیں کہ انسان فطرتاً مدنی الطبع ہے اور دوسروں کے ساتھ باہم مل جل کر رہنا پسند کرتا ہے۔ ماہرینِ عمرانیات کا یہ بھی کہنا ہے کہ انسان معاشرے میں رہ کر ہی زندگی کے مقاصد حاصل کر سکتا اور زندگی کی حقیقی لذّتوں سے آشنا ہو سکتا ہے، اسی لیے اس کو معاشرتی حیوان بھی کہا جاتا ہے۔ اس کے اسی رجحان کے پیشِ نظر معاشرتی زندگی کا وجود عمل میں آیا اور حضری زندگی کی ابتداء ہوئی۔ دیہات، قصبے اور شہر تعمیر ہوئے۔ تہذیب کا آغاز عمل میں آیا، حکومت تشکیل پذیر ہوئی اور انسانی معاشرہ نے جب وسعت اختیار کی تو بڑی بڑی سلطنتیں نمودار ہوئیں۔

اسلام سے پہلے عربوں میں قبائلی نظام رائج تھا اور ان کے ہاں کسی مربوط و منظّم سیاسی نظام کا تصوّر نہیں ملتا۔ مسلمانوں نے ابتداء ہی سے سیاسی شیرازہ بندی پر توجّہ مرکوز کر دی تھی۔ یہاں تک کہ مکّہ سے مدینہ میں ہجرت کر جانے کے بعد رسُولِ خُدا صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ اپنے دستِ مبارک سے اسلامی ریاست کا سنگِ بنیاد رکھا۔ مدینہ کی یہ شہری ریاست اگر ایک طرف ملکی نظام کی ابتداء تھی تو دوسری طرف بلدیاتی نظام کا نقشِ اوّلین۔ سلطنتِ اسلامیہ میں استحکام آنے کے ساتھ ساتھ شہری نظام نے بھی ایک علیحدہ انتظامی و سیاسی اکائی کی حیثیّت اختیار کر لی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلمانوں نے نہ صرف عملی طور پر معاشرے کی شیرازہ بندی پر توجّہ دی، بلکہ سیاسی فکر اور فلسفہ کو بھی ارتقار بخشا۔ قرآنِ کریم اسلامی ہدایات و تعلیمات کا بنیادی سرچشمہ ہے، اس میں اگرچہ کسی سیاسی یا بلدیاتی نظام کا خاکہ تو ہمیں نہیں ملتا، لیکن بلدیاتی زندگی اور شہری و مدنی تقاضوں کے متعلق آیات اور احکام موجود ہیں۔ اس میں بالواسطہ طور پر سیاسی شیرازہ بندی کی طرف بھی اشارات ملتے ہیں۔ کیونکہ قرآن نے جن اقدار کے فروغ کے لیے اور احکام کو جاری و ساری کرنے کے لیے حکم فرمایا ہے اس کے لیے سیاسی تنظیم اور معاشرتی شیرازہ بندی لازمی ہوگی۔

حضورؐ نے مسلمانوں کو ہدایت فرمائی کہ وہ مختصر سے مختصر جماعت اور چھوٹی سے چھوٹی اجتماعی مہم کے لیے بھی اپنا امیر اور سربراہ منتخب کر لیا کریں۔ اس طرح آپؐ نے نہایت حکیمانہ طریقے سے چھوٹے اجتماعی کاموں میں نظم و ضبط کی تلقین فرما کر بڑے پیمانے پر ہونے والے اجتماعی کاموں پر نظم و نسق اور جماعتی شیرازہ بندی کی ضرورت اور اہمیت واضح کر دی۔

بلدیاتی نظام کا ذکر کرتے ہی ہمارے ذہن میں بعض مخصوص اداروں اور ان کے فرائض کا تصوّر اُبھرتا ہے۔ ان اداروں کے تحت انجام پانے والے امور شہریوں کی متعدد بنیادی اور روزمرہ کی ضروریات مثلاً صفائی، روشنی، پانی، تعلیم، صحتِ عامہ، باغات، پارک، تفریح گاہوں، پانی کے نکاس، ماحول کی صفائی ستھرائی، تجاوزات، سڑکوں، گلیوں اور عمارات کی تعمیر سے متعلق ہوتے ہیں۔ ان اداروں کے ڈھانچہ، نام اور فرائض کی طوالت میں تو فرق ہو سکتا ہے، لیکن مندرجہ بالا امور ہر بلدیاتی نظام کے فرائض میں اساس کی حیثیّت رکھتے ہیں۔ ان فرائض کی انجام دہی کے بغیر کوئی بستی یا شہر ترقی یافتہ بلدیاتی نظام کا حامل ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔

انسانی معاشرے کے لیے افادیت کے پیشِ نظر قرآن نے بھی ان امور کا کسی نہ کسی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انداز سے ذکر کیا ہے جس کی تفصیل ہم نے کسی دوسری جگہ بیان کی ہے۔

قرآن کے نقطۂ نظر سے شہروں کی زیب وزینت، عالیشان عمارات، کشادہ گلی کوچے اور باغات اعلیٰ بلدیاتی زندگی کے لیے ضروری تو ہیں لیکن آخری منزل نہیں، کیونکہ یہ تو فنا ہونے والی چیزیں ہیں۔ باقیات صالحات تو وہ اخلاقی و روحانی اقدار اور اعلیٰ اصول ہیں جو کسی نظام کے تحت کوئی معاشرہ رائج کرتا ہے۔ قرآن کے علاوہ حدیثِ رسولؐ، اقوال و افعالِ صحابہؓ، خیالاتِ فقہاء و آئمہ اور اسلامی ہدایات و اصول بھی فنِ شہرداری کے مختلف انتظامی و انصرامی پہلوؤں کے متعلق ہماری راہ نمائی کرتے ہیں۔

ملکی نظام میں استحکام آجانے کے بعد فنِ سیاست پر مفکّرین نے اسلامی اصولوں کی بنیاد پر کئی بلند قیمت کتابیں بھی تصنیف کیں جن میں ابونصر فارابی کی آرائے اہل المدینۃ الفاضلہ، نظام الملک طوسی کی سیاست نامہ، کیکاؤس کی قابوس نامہ، امام ابنِ تیمیہؒ کی سیاست الشرعیہ، ابوالحسن ماوردی کی احکام السلطانیہ اور ابنِ خلدون کی کتاب العبر (مقدمہ ابنِ خلدون) خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ ان تصانیف میں بلدیاتی و شہری نظام کو ملکی نظام کی ایک اہم سطح قرار دیتے ہوئے اس کے مختلف پہلوؤں پر جستہ جستہ بحث ملتی ہے۔

حکیم ابونصر فارابی فرماتے ہیں کہ انسانی ارتقاء انسانی فطرت کا خاصا ہے اور انسانی فطرت کے لیے اجتماع لازمی ہے۔ ان کے نزدیک اجتماع کی تین صورتیں ہیں:

(۱) اجتماعِ عظمیٰ۔ سوسائٹی کا وہ نظام جو تمام معمورۂ ارض پر حاوی ہو۔

(۲) اجتماعِ وسطیٰ۔ وہ قومی نظام جو دنیا کے کسی جغرافیائی حصّہ میں بروئے کار آئے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۳) اجتماعِ صغریٰ ۔ کسی شہر میں شہریوں کا نظام[1]

فارابی شہری نظام کے متعلق کہتا ہے کہ یہ سب سے چھوٹا لیکن ممکن سیاسی یونٹ ہے اور ایک اچھا شہری نظام ہی بہترین ریاست یا مدینۃ الفاضلہ کو جنم دے سکتا ہے۔

فارابی نے اس بات پہ زور دیا ہے کہ ہر شخص کو اس کی اہلیّت، صلاحیت اور قابلیّت کی بنیاد پر مختلف عہدوں کے لیے منتخب کیا جائے۔ اسی طرح ریاست کا نظم و نسق بہتر بنایا جا سکتا ہے۔

ابوالحسن ماوردی اسلامی سیاسی مفکّرین میں بہت ممتاز ہیں اور ان کی کتاب احکام السلطانیہ اب بھی دستورِ اسلامیہ کا اہم ترین مآخذ سمجھی جاتی ہے۔ وہ اور باتوں کے علاوہ ملکی انتظام و انصرام اور احترامِ قانون کے پیشِ نظر ہر انتظامی سطح پر محتسب کو ضروری خیال کرتے ہیں۔ نظام الملک طوسی عدلیہ کو بالکل آزاد اور انتظامیہ سے الگ دیکھنا چاہتا ہے اور وہ عوام پر ٹیکس کو بھی انصاف کی حدود میں شامل کرتا ہے۔ اس کے مطابق عوام پر ٹیکس کا بوجھ کم از کم ہونا چاہیے۔ اگر ٹیکس زیادہ ہوں تو وہ بھی ناانصافی میں شامل ہے۔ وہ کہتا ہے کہ کوئی ایسا ٹیکس عائد نہ کیا جائے جو شرع کے احکام کے خلاف ہو۔ اس کے ہاں سرکاری عہدہ داروں کے ایک معیّن وقت تک ایک جگہ تعینات رہنے کا تصوّر بھی ملتا ہے۔ ٹیکسوں کی وصولی کا ذکر کرتے ہوئے وہ کہتا ہے کہ اس سلسلہ میں جو ملازمین متعیّن کیے جائیں وہ ایک مقام پر ۳ سال سے زائد نہ رہیں، پھر انہیں تبدیل کر دیا جائے۔

امام غزالیؒ سیاست کو اسلامی معاشرہ میں بے حد اہم گردانتے ہیں اور

---

[1] آراء اہل المدینۃ الفاضلہ ۔ ابو نصر فارابی ۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دین اور سیاست کو ایک دوسرے کا جزوِ لاینفک قرار دیتے ہیں۔ اور انہیں ساتھ ساتھ رکھتے ہیں۔ اپنے اس قول کی دلیل میں وہ رسولِ اکرمؐ کی ایک حدیث پیش کرتے ہیں کہ دین اور حکومت جڑواں بچّوں کی مانند ہیں۔ حکومت دین کی نگہبانی کرتی ہے۔ ظاہر ہے کہ دین اور سیاست کا یہ تعلّق ملکی انتظام کی ہر سطح پر ہوگا اور بلدیاتی سطح اس سے کسی طرح مستثنیٰ نہیں۔ امام غزالیؒ نے بھی جائز ٹیکسوں سے زائد وصول کرنے سے منع کیا ہے۔

مشہور اسلامی مفکّر و عالم امام ابنِ تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ ولایتِ امر اور امارتِ ملّیہ دین کے اہم ترین اور عظیم ترین واجبات میں سے ہے۔ بلکہ دین کا قیام و بقا اسی سے وابستہ ہے، کیونکہ بنی آدم کی اجتماعی مصلحتیں اجتماع کے بغیر ناممکن ہیں۔ لوگوں کی باہمی
ضروریات اور حاجتیں اجتماع کے بغیر ممکن ہی نہیں ہیں اور جب اجتماع لازم و واجب ہے تو اجتماع کے لیے امیر و سردار کا ہونا بھی واجب اور ضروری ہے اور اجتماعیت کا نقطۂ کمال اور اس کی آخری منزل ایک حکومتی نظام کا قیام ہے۔ اس طرح جس سطح پہ اجتماع ہوگا اسی سطح پر ایک امیر و سردار ہوگا اور ایک ادارہ جنم لے گا۔

مشہور اسلامی مورّخ و مفکّر علامہ ابنِ خلدون فرماتے ہیں کہ انسانی معاشرے کے عمرانی عمل میں پہلے دیہات وجود میں آتے ہیں اور پھر یہی دیہات قصبوں اور شہروں کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ دیہات شہروں کے لیے بیج کی حیثیت رکھتے ہیں اور بڑے بڑے شہر پہلے دیہات ہی تھے[1] ابنِ خلدون کے

---

[1] مقدمہ ابنِ خلدون (حصّہ اوّل)، مطبوعہ نفیس اکیڈیمی کراچی ص ۲۲۷

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نزدیک دین (اسلام) احکام شریعت کے ساتھ ساتھ سیاست بھی سکھاتا ہے اور اسلام نے ہی عربوں میں سیاست کی اہلیت پیدا کی[1] ابن خلدون کا قول ہے کہ سیاست بھی انسانی معاشرہ کے لیے ایک طبعی چیز ہے، لہٰذا دین نہ صرف اعتقادات، عبادات اور معاملات ہی سے تعرض کرتا ہے بلکہ سیاست بھی سکھاتا ہے[2] اس طرح سیاست کی پہلی سطح شہری نظام ہوگا اور پھر دوسری سطح ملکی یا ریاستی ہوگی۔[3]

ابن خلدون کا قول ہے کہ معاشرے کے لیے پنچ کا ہونا لازمی ہے[4] اور یہ عمرانی تقاضا ہے۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ معاشرے کی مختلف سطحیں ہیں اور اس اصول کا ہر سطح پر اطلاق ہوگا۔ بدیں صورت شہری و قصباتی معاشروں میں پنچ کا ہونا بھی لازمی ہوگا۔ اور یہی حقیقت بلدیاتی نظام کی بنیاد مہیا کرتی ہے۔

ایک دوسرا اسلامی مفکر انتظام حکومت اور نظم ونسق کو پانچ درجوں میں تقسیم کرتا ہے۔ اوّل تدبیرِ منزل، دوم دیہی نظام، سوم شہری نظام، چہارم فوجی نظام اور پنجم ملکی نظام۔

انتظامی و سیاسی اداروں کے نظم ونسق کو چلانے والی انتظامیہ کیسی ہو گی، عملہ کن صفات کا حامل ہوگا اور ان کے فرائضِ منصبی اور منتہائے نظر کیا ہوگا، اس کے متعلق اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ہم نے کسی دوسری جگہ بیان کیا ہے۔

---

[1] مقدمہ ابن خلدون (حصہ اوّل) مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی ص ۴۵۱ و ص ۳۸۸

[2] ایضاً ص ۴۵۱

[3] آج بھی حکومت خود اختیاری کا ایک مقصد سیاسی تعلیم قرار دیا جاتا ہے۔

[4] ایضاً ص ۲۲۱

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مندرجہ بالا بحث سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ بلدیاتی و شہری نظام نے آغازِ کار سے ہی اسلامی فلسفہ و فکر میں جگہ پائی اور اس حوالہ سے مسلمان مفکرین و علماء نے خیالات کا اظہار کیا ہے۔

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام کا بلدیاتی فلسفہ

آج کے متمدّن اور ترقی یافتہ دور میں جو باتیں کسی بلدیاتی نظام کا محور ہو سکتی ہیں، اسلام نے سینکڑوں برس پیشتر ان کے حوالہ سے ایسے اصول اور ہدایات بیان فرمائیں جن سے راہ نمائی حاصل کر کے ایک صاف ستھرا اور پاکیزہ شہری ماحول پیدا کیا جا سکتا ہے۔ اگرچہ یہاں اسلام کی ان تعلیمات کو چند عنوانات کے تحت اجمالی طور پر بیان کیا گیا ہے تاہم ان سے اسلام کا تمدّنی و عمرانی رُخ واضح ہو کر سامنے آجاتا ہے۔ اسلامی تعلیمات کا بنیادی منبع قرآنِ کریم ہے۔ چنانچہ سب سے پہلے ہم اپنے موضوع کے لحاظ سے اس کے ارشادات اور نقطۂ نظر پر نگاہ ڈالیں گے۔

بلدیاتی نظام میں سب سے اوّلین اور بنیادی فرض صفائی اور حفظانِ صحت سے متعلق ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو قرآن میں طہارت اور تزکیہ کے عنوان سے ظاہری و باطنی صفائی کے متعلق احکام موجود ہیں۔ نبیٔ اکرمؐ کو خطاب کر کے اللہ تعالیٰ نے صفائی کا حکم یوں فرمایا ہے:

وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ○ اور کپڑوں اپنوں کو پس پاک کر
وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ○[1] اور پلیدی کو پس چھوڑ دے۔

ان آیات کی تشریح میں مفسّرین لکھتے ہیں کہ یہ الفاظ بڑے جامع ہیں اور

---

[1] سورۃ مدثر آیت ۴۔۵

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کے مفہوم میں بڑی وسعت پائی جاتی ہے۔ ان آیات میں رسولِ کریمؐ کو روح، عقائد اور اخلاق کی پاکیزگی کے علاوہ جسم و لباس، رہن سہن، ماحول کی صفائی اور طہارت کی بھی تاکید فرمائی ہے[1] نہ صرف یہ بلکہ اللہ تعالیٰ نے طہارت اور پاکیزگی کو نعمت قرار دیا ہے۔[2] اس طرح رسولِ اکرمؐ کی ذاتِ اقدس کے حوالے سے مسلمانوں کو جہاں انفرادی طور پر صفائی اور طہارت کا حکم دیا گیا ہے وہاں اجتماعی طور پر بھی یہ حکم صادر آتا ہے۔

اسلام میں صفائی کو ایمان کا جزو قرار دیا گیا ہے[3] شاہ ولی اللہ دہلویؒ ایک کامل معاشرے کی خصوصیات گنواتے ہوئے ایک خصوصیّت طہارت بیان فرماتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

"... اس کی (طہارت کی) حقیقت اور اس کی طرف میلان سلیم الفطرت انسان کے اندر ودلیعت کیا گیا ہے۔ یہاں یہ گمان نہ کر لینا چاہیے کہ طہارت سے مراد صرف وضو اور غسل ہے۔ بلکہ طہارت کا اصل مقصد وضو اور غسل کی روح اور اس کا نور ہے۔ جب آدمی نجاستوں میں آلودہ ہو تو ضروری اور لازمی بات ہے کہ انقباض، تنگی اور حزن اپنے اندر پائے گا۔ اور جب ماحول کو صاف ستھرا رکھے گا، غسل کرے گا اور صاف لباس زیبِ تن کرے گا تو اسے اپنے نفس میں انشراح اور سرور محسوس ہو گا۔ حاصلِ کلام یہ کہ طہارت ایک وجدانی کیفیّت ہے جو نور سے تعبیر کی جا سکتی ہے اور اس وجدانی کیفیّت میں جو باتیں خلل انداز ہوں ان سے نجات حاصل کرنا ضروری ہے۔"[4]

---

[1] تفہیم القرآن (جلد ششم) مولانا مودودی ص ۱۴۴-۱۴۵
[2] سورۃ المائدہ: ۶
[3] النافظۃ من الایمان
[4] شاہ ولی اللہ کے عمرانی نظریے۔ شمس الرحمٰن محسنی ص ۱۱۶۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پانی نہ صرف انسانی بلکہ کرۂ ارض پر ہر قسم کی زندگی کی بنیاد ہے۔ اسلام نے پانی کو ایک نعمت قرار دیا ہے۔ قرآن کے یہ الفاظ ملاحظہ ہوں:

اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً	اُتارا آسمان سے پانی واسطے تمہارے
لَّكُمْ مِّنْهُ شَرَابٌ	اس میں سے پینا ہے اور اس میں
وَّمِنْهُ شَجَرٌ فِيْهِ تُسِيْمُوْنَ	سے درخت ہیں کہ بیچ اس کے
يُنْۢبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ	چراتے ہو اُگاتا ہے واسطے تمہارے
وَالزَّيْتُوْنَ وَالنَّخِيْلَ	ساتھ اس کے کھیتی اور زیتون اور کھجور
وَالْاَعْنَابَ وَمِنْ كُلِّ	اور انگور اور ہر ایک میووں سے
الثَّمَرٰتِ ؕ وَسَخَّرَ	اور مسخر کیا دریا کو تا کہ کھاؤ اس میں
الْبَحْرَ لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ	سے گوشت تازہ اور نکالو اس میں سے
لَحْمًا طَرِيًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْا	گہنا کہ پہنتے ہو اس کو اور دیکھتا ہے تو
مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا ج	کشتیوں کو پانی پھاڑنے والی بیچ اس کے....
وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيْهِ	اور ڈالے بیچ زمین کے پہاڑ.... اور
	نہریں اور راہیں تا کہ تم راہ پاؤ۔[۱]

ان سورتوں میں وہ مختلف انداز بیان کیے گئے ہیں جس طرح کہ انسان پانی سے فائدہ حاصل کرتا ہے۔ وہ پانی پیتا ہے، حلق کی پیاس بجھاتا ہے اور زندگی کی بقا قائم رکھتا ہے۔ پھر پانی زراعت کے کام آتا ہے جس سے چارہ اور پھل اُگتے اور اگائے جاتے ہیں، جن کو جانور اور انسان استعمال کرتے ہیں۔ سمندر، ندی اور نالوں کا بھی ذکر ہے۔ سمندر کی تہ میں قیمتی موتیوں اور پتھروں کے خزانے بھی

---

[۱] سورۃ النحل ۱۱، ۱۴ و ۱۵

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوتے ہیں اور سمندر آبی شاہراہ کا کام بھی دیتا ہے۔ ندی، نالوں اور نہری پانی کے فائدے اپنی جگہ مسلّم ہیں۔

قرآن میں آب رسانی (واٹر سپلائی) کے اجتماعی تصوّر کی طرف اشارہ مندرجہ ذیل الفاظ میں ملتا ہے:

وَنَبِّئْهُمْ اَنَّ الْمَآءَ	اور خبر دے ان کو کہ پانی تقسیم کیا
قِسْمَةٌ بَيْنَهُمْ ۚ كُلُّ	ہوا ہے درمیان ان کے۔ ہر باری
شِرْبٍ مُّحْتَضَرٌ ○	پانی پلانے کی حاضر کی گئی ہے۔ [۱]

بارش پانی حاصل کرنے کا ایک اہم اور قدرتی ذریعہ ہے، لیکن بارش کے اپنے اوقات ہیں اور انسانی ضروریات کے لیے پانی ہر وقت اور ہر لمحہ درکار ہوتا ہے۔ چونکہ انسانی محنت اور اہتمام کے بغیر بوقتِ ضرورت پانی مہیّا ہونا ناممکن ہوتا ہے، اس لیے پانی کے قدرتی ذرائع کے علاوہ مصنوعی ذرائع کی ضرورت پڑی، اور تہذیبی و تمدنی ترقی کے ساتھ ساتھ اجتماعی طور پر پانی کے حصول اور بہم رسانی کا انتظام عمل میں آیا۔

پانی کی طرح روشنی کا بھی انسانی زندگی سے گہرا تعلّق ہے۔ روشنی بھی انسانی اور نباتاتی زندگی کے لیے ازحد ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جب انسان کو زیورِ حیات سے آراستہ کیا تو اس کے ساتھ ہی جہان میں روشنی بھی پیدا کر دی اور انسان کی آنکھوں میں نور کی کرنیں بھر دیں جس کی بدولت وہ دیکھتا ہے اور معاشرے میں آزادانہ چلتا پھرتا ہے۔ قرآن میں ہے:

او من کان میتا فاحییه وجعلنا له نورا یمشی به فی الناس کمن مثله فی الظلمت لیس بخارج منها۔ [۲]

---

[۱] سورۂ قمر آیت ۲۸ [۲] سورۃ انعام ۱۲۳

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روشنی سے انسانی زندگی قائم بھی ہے اور اس سے اس میں آسانیاں بھی پیدا ہوتی ہیں، کیونکہ روشنی کے بغیر انسانی زندگی میں وہ آسانی اور سہولت میسّر نہ آسکتی جو آج ہمیں میسّر ہے۔ روشنی کے قدرتی منابع سُورج، چاند اور ستارے ہیں، لیکن انسانی زندگی کی ضروریات اتنی ہمہ گیر اور ہمہ وقتی ہیں کہ ان کے لیے ان مخصوص مآخذ کے علاوہ مصنوعی روشنی کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔

اسلام سے پہلے عربوں میں مصنوعی ذرائع سے روشنی پیدا کرنے کا رواج بہت کم تھا، لیکن اسلام نے روشنی کی اہمیّت کے پیشِ نظر ہر شہر میں روشنی کا اہتمام کیا۔ یہ اہتمام انسانی معاشرے میں روشنی کی اہمیّت کے علاوہ اس تعلّق کی بنا پر بھی تھا جو اسلام کو روشنی سے ہے۔ اسلام اور روشنی کا گہرا تعلّق ہے اور مسلمانوں کی مذہبی، اخلاقی اور روحانی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر روشنی کی تشبیہات حاوی ہیں۔

علم انسانی زندگی کا زیور ہے اور اس کی وجہ سے انسان تمام مخلوقات سے ممتاز ہے۔ علم کی بدولت ہی انسان نے تہذیب و تمدّن کی منزلیں طے کیں اور اس کی بدولت ہر قسم کی سائنسی ترقی کی۔ اسلام نے بھی علم کی فضیلت کو تسلیم کیا ہے لیکن دوسرے مذاہب کی طرح علم کو کسی خاص طبقے کے لیے مخصوص نہیں کیا، بلکہ رسُولِ اکرمؐ نے فرمایا کہ علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت، چھوٹے اور بڑے پر فرض ہے۔ امام غزالیؒ کا قول ہے کہ علم سے مراد کوئی خاص علم نہیں بلکہ ہر قسم کا علم حاصل کرنے کی مسلمانوں کو تاکید کی گئی ہے۔

اسلام میں علم کی اہمیّت کا اندازہ قرآن کی ان آیات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے، جن میں بتایا گیا ہے کہ تخلیقِ آدم کے بعد سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے ان کو حکمتِ اشیاء اور علمِ اشیاء اور ماحول کی تعلیم دی جس سے فرشتوں جیسی اعلیٰ مخلوق

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی عاری تھی۔

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ فَقَالَ اَنْۢبِئُوْنِيْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ ....

نبیؐ کریمؐ پر سب سے پہلی وحی کا آغاز ہی پڑھنے سے ہوا اور ان کو کہا گیا کہ "اقرا باسم ربك الذی خلق" یہی نہیں بلکہ قرآن مجید میں علم کی تعریف کی گئی ہے اور جہالت سے پناہ مانگنے کی تاکید فرمائی گئی ہے[1]۔ گویا مذہبی اور اعتقادی لحاظ سے علم اور تعلیم کا مسلمانوں کے ساتھ انفرادی و اجتماعی طور پہ گہرا تعلق ہے اس لیے اسلامی نقطۂ نظر سے کوئی بلدیاتی نظام اس وقت تک قابلِ قدر اور مستحسن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس میں عامۃ الناس کی تعلیم کا خاطر خواہ بندوبست نہ ہو۔

اسلام نے انسانی جان کو بہت اہمیّت دی ہے اور ناحق انفرادی قتل کو تمام انسانیت کا قتل قرار دیا ہے۔ انسانی جان کے ساتھ صحّت کو بھی اہم گردانا ہے۔ قرآن میں ہے کہ اگر کوئی شخص ایک جان کو زندہ کرتا ہے یا زندہ رہنے میں مدد دیتا ہے تو اس کو اتنا اجر ہوتا ہے گویا اس نے تمام عالمِ انسانیت کو زندہ رہنے میں مدد دی۔

وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًاؕ (مائدہ : ۳۲)

انسانی صحت کے اس حکم کے تحت انسانی جان کو قائم رکھنے اور صحّت بخشنے کے پیشِ نظر ڈسپنسریوں اور ہسپتالوں اور علاج معالجہ کے دیگر اقدام کا جواز نکلتا ہے۔

---

[1] اعوذ باللہ ان اکون من الجاھلین (القرآن ۶۷/۲)
اور ربّ زدنی علمًا (القرآن ۱۱۴/۲۰)
} میں حصولِ علم پر زور دیا گیا ہے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بلدیاتی نظام ۲۲

شہری معاشرے میں تجارت اور کاروبار ایک اہم عنصر ہوتا ہے ۔ شہروں کی ساری رونق اس کے مصروف بازاروں پر منحصر ہوتی ہے اور بازاروں کی روح رواں تجارت ہوتی ہے ۔ تجارتی لین دین میں ماپ تول اور پیمانے کا استعمال مرکزی حیثیت رکھتا ہے ۔ قرآن مجید میں متعدد جگہ وزن اور ماپ تول میں کمی نہ کرنے کا حکم آیا ہے ۔

اَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ اور

ویل للمطففین الذین اذا اکتالوا علی الناس یستوفون وَ اذا

کالوھم او وزنوھم یخسرون (۸۳ : ۱-۳) [1]

قرآنی تعلیمات کے زیر اثر مسلمانوں کے زمانہ میں ماپ تول کے پیمانوں کی دیکھ بھال ایک اہم بلدیاتی فریضہ تھا جس کے انجام دینے کے لیے باقاعدہ افسر مقرر و مامور ہوتے تھے ۔ تجارت کی اہمیت کے پیش نظر ہمارے زمانہ میں تجارتی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر قابو رکھنے کے لیے کئی محکمے کام کر رہے ہیں اور غلہ منڈیوں پر کنٹرول کی خاطر اور تاجروں کی فلاح و بہبود کے لیے مختلف شہروں میں مارکیٹ کمیٹیاں قائم ہیں ۔

آج معاشرہ میں تجاوزات اور قانونی حدود کو توڑنے کے واقعات عام ہیں اور بلدیاتی قوانین میں تجاوزات سے باز رکھنے اور تجاوزات ہٹانے کے متعلق شقیں شامل ہوتی ہیں ۔ جو شخص اپنی حد سے بڑھتا ہے وہ گویا تجاوز کا مرتکب ہوتا ہے ۔ تجاوزات ایک رجحان بھی ہے اور ایک فعل بھی ۔ اس طرح تجاوز قانونی ، اخلاقی اور مذہبی کے علاوہ مکانی بھی ہوتا ہے ۔ اسلام کے حکم میں تمام قسم کے تجاوزات شامل ہیں اور تجاوز کرنے والوں کو ظالم اور بے انصاف کہا ہے ۔

ومن یتعد حدود اللہ فاولٰئک ھم الظّٰلمون ط

---

[1] الا تطغوا فی المیزان اور واقیموا الوزن بالقسط ولا تخسروا المیزان

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سورہ نساء کی آیت ۱۴ میں حدود اللہ سے بڑھنے والوں کے لیے دوزخ کی وعید دی گئی ہے۔ ان احکام کے پیش نظر اور شہری معاشرہ کو صاف ستھرا رکھنے کے لیے مسلمانوں کے زمانہ میں تمام قسم کے تجاوزات سے نپٹنا بلدیات کے فرائض میں شامل تھا۔

قرآن مجید نے مجموعی طور پر بھی ایک اچھے شہری معاشرے کے خدوخال بیان فرمائے ہیں اور اپنے انداز میں ایک صاف ستھرے شہری ماحول کا تصوّر دیا ہے۔ اور پُر امن وصاف ستھرے معاشرے، بلند عمارات، عالیشان مکانوں، سرسبز کھیتوں، باغات اور سیرگاہوں کو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں شمار کیا ہے اور کہا ہے کہ ان نعمتوں کا تقاضا ہے کہ تم خدا کا شکر ادا کرو۔

لَقَدْ كَانَ لِسَبَإٍ فِي مَسْكَنِهِمْ	بے شک سبا کے لیے اپنے گھر میں
آيَةٌ ۖ جَنَّتَانِ عَن يَمِينٍ	نشانیاں تھیں۔ دو باغوں (کا سلسلہ)
وَشِمَالٍ ۖ كُلُوا مِن رِّزْقِ	داہنے بائیں اپنے پروردگار کی روزی
رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوا لَهُ ۚ بَلْدَةٌ	کھاؤ اور اس کا شکر ادا کرو۔ ستھرا
طَيِّبَةٌ وَرَبٌّ غَفُورٌ	شہر ہے اور معاف کرنے والا مالک۔
وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ	انہوں نے سرتابی کی تو ہم نے ان پر
الْقُرَى الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا	بند (توڑ کر) سیلاب بھیجا۔ اور ان
قُرًى ظَاهِرَةً وَقَدَّرْنَا	کے دونوں باغوں کی بجائے بدمزہ پھلوں
فِيهَا السَّيْرَ ۖ سِيرُوا فِيهَا	اور پیلو اور کچھ بیری کے جھاڑ پیدا کر دیے۔
لَيَالِيَ وَأَيَّامًا آمِنِينَ ٥...	یہ ان کی ناشکرگزاری کی جزا تھی ... اور
وَظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ	ہم نے ان کے (ملک) اور برکت والی
فَأَعْرَضُوا فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ	آبادیوں کے درمیان بہت سی کھلی آبادیاں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سَيْلَ الْعَرِمِ وَ بَدَّلْنٰهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَيْ اُكُلٍ خَمْطٍ وَّ اَثْلٍ وَّ شَيْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِيْلٍ۔ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِمَا كَفَرُوْا... فَجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ وَمَزَّقْنٰهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ (سبا۲۰)

قائم کردی تھیں اور ان میں سفر کی منزلیں مقرر کی تھیں، چلو ان آبادیوں کی منزلوں میں دن رات بے خوف وخطر... انہوں نے خود اپنی جان پر ظلم کیا تو ہم نے ان کو کہانی بنا دیا اور پارہ پارہ کر دیا حقیقتاً اس میں عبرت کی نشانیاں ہیں شکرگزار اور صابر بندوں کے لیے۔

قرآنِ حکیم کے ارشادات کے بعد اب ہم حدیث، فقہ، مفکرین اور علمائے اسلام کے کے اقوال کی روشنی میں بلدیاتی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر بحث کریں گے۔

اسلام نے نئے شہر آباد کرنے، نئی کالونیاں تعمیر کرنے، نئی عمارات بنانے کی حوصلہ افزائی کی ہے اور اس کو ایک ایسا تمدنی و معاشرتی فریضہ قرار دیا ہے جس کو اسلامی حکومت صرف ہنگامی حالات کے تحت نہیں، بلکہ مستقل طور پر بجا لائے۔ امام راغب اصفہانی نے صدرِ حکومت کے دو فرائض بیان کیے ہیں۔ ان میں سے ایک سیاستہ الناس (ملک کا سیاسی انتظام) ہے اور دوسرا عمارۃ الارض۔ عمارۃ الارض کی تشریح میں امام موصوف لکھتے ہیں کہ اس سے مراد ملک میں تمدن کے تقاضوں کی رعایت، زراعت کی توسیع، شاداب درختوں اور چمن زاروں کی آبیاری، شہروں کا قیام، آبادیوں اور مکانوں کی تعمیر اور معاشی اصلاح و خوشحالی ہے۔

مکانوں اور عمارتوں کی تعمیر اور بستیوں اور شہروں کی تخطیط اور وضع و ساخت میں جن امور کا لحاظ رکھنا ضروری ہے، ان کے متعلق علامہ ابنِ خلدون لکھتے ہیں:

"شہروں اور آبادیوں کی تعمیر و ساخت کے بارے میں سب سے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہلے جس چیز کا خیال رکھنا ضروری ہے وہ تازہ اور پاک ہوا ہے، تاکہ لوگ بیماریوں اور آفات سے محفوظ رہیں۔ اگر تازہ ہوا کا گزر اور گندی ہوا کا نکاس نہ ہو اور مکان کے اندر تعفن پیدا ہو جائے یا آبادی گندے جوہڑوں، بدبودار چشموں اور سڑے ہوئے کھیتوں کے پاس ہو اور گندی ہوا مکانوں میں داخل ہوتی رہے، تو ان مکانوں میں رہنے والے لوگ یقیناً طرح طرح کی بیماریوں میں مبتلا ہو جائیں گے۔ جن شہروں اور بستیوں میں تازہ ہوا کے حصول کا اہتمام نہیں کیا جاتا۔ وہ اکثر امراض و آلام کی زد میں رہتی ہیں۔"

علامہ موصوف نے آگے چل کر بیان کیا ہے کہ اگر کسی بستی کو رفاہ عامہ کے ضمن میں پانی کا قرب اور مویشیوں کے لیے عمدہ چراگاہیں حاصل ہیں تو وہ بستی لازماً تکالیف اور آفات سے نجات پائے گی اور آرام اور منافع سے بہرہ مند ہو گی۔

اسلام نے شہروں کی آبادیاں ایک حد سے بڑھ جانے کے بعد ان میں مزید آبادی کی اجازت دینے کی حوصلہ شکنی کی ہے، اور مزید شہر بسانے کی ہدایت فرمائی ہے۔ اسلام کی اس تعلیم کو عصرِ حاضر کے مفکّر علّامہ اقبالؒ کی حمایت بھی حاصل ہے۔ علّامہ مرحوم کی مسولینی سے مُلاقات ایک مشہور واقعہ ہے؛ چنانچہ ملاقات کے دوران مسولینی نے علّامہ سے کوئی اچھوتا مشورہ طلب کیا۔ انھوں نے فرمایا کہ ہر شہر کی آبادی مقرّر کر کے اسے حد سے نہ بڑھنے دو۔ اس سے زیادہ بسنے والوں کو نئی آبادیاں مہیّا کی جائیں۔ مسولینی نے حیران ہو کر پوچھا کہ اس میں کیا مصلحت ہے، تو علّامہ نے فرمایا کہ شہر کی آبادی جس قدر بڑھتی جاتی ہے اس کی تہذیبی و اقتصادی توانائی کم ہوتی جاتی ہے اور ثقافتی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

توانائی کی جگہ محرکاتِ شر لے لیتے ہیں۔

علامہ نے مزید کہا کہ یہ میرا ذاتی نظریہ نہیں ہے ، بلکہ میرے پیغمبرؐ نے آج سے تیرہ سو سال قبل یہ مصلحت آمیز ہدایت فرمائی تھی کہ جب مدینہ کی آبادی ایک حد سے تجاوز کر جائے تو مزید لوگوں کو آباد ہونے کی اجازت دینے کی بجائے دوسرا شہر آباد کیا جائے۔ یہ سُن کر مسولینی نے اس خیال کو بہت سراہا۔[1]

اسلام معاشرتی انصاف کے جن اصولوں کا علمبردار ہے ان میں سرِ فہرست یہ اصول ہے کہ وہ انسان کو بنیادی ضروریاتِ زندگی کی فراہمی کی ضمانت دیتا ہے۔

ایک مصری عالم معاشرتی انصاف کے اصول کو مدنی و بلدیاتی زندگی کی ہیئت مکانی پر منطبق کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ "جس طرح کسی انسانی معاشرے کے سعید ہونے کا معیار یہ ہے کہ اس میں کوئی فرد بنیادی ضروریات سے محروم نہ ہو، اس طرح معاشرہ کے فاسد اور شقی ہونے کا پیمانہ یہ ہے کہ اس کے کچھ افراد اور اس کی عمارات کے کچھ اجزاء حوائجِ حیات سے تہی دست ہوں اور کوئی ان کا ضامن یا پرسانِ حال نہ ہو۔"

یہی عالم لکھتا ہے کہ "عام شہریوں کو مکانات کی قلّت سے بچانا اور اس بارے میں انہیں ہر ممکن سہولت بہم پہنچانا ایک ایسا تمدّنی و معاشرتی فریضہ ہے جسے اسلامی حکومت محض ہنگامی حالات کے دباؤ سے سرانجام نہیں دیتی بلکہ اس کا ملکی قانون مستقل طور پر اسے اپنے پیشِ نظر رکھتا ہے۔"[2]

---

[1] روزگارِ فقیر (جلد اوّل) از فقیر سید وحید الدین صہ ۴۸ و سفرنامۂ اقبال۔ محمد حمزہ فاروقی صہ ۱۲۴ - ۱۲۵

[2] نظامِ اسلامی مشاہیر کی نظر میں۔ ترجمہ و ترتیب خلیل احمد حامدی صہ ۲۲۷

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شہروں میں ایک اہم ترین بلدیاتی سرگرمی مکانوں کی تعمیر سے متعلق ہوتی ہے۔ اس سلسلہ میں بھی اسلام کی تعلیمات قابلِ غور ہیں۔ مکانوں کی تعمیر اور نقشہ بندی کے سلسلے میں شریعت نے لوگوں کو مطلق العنان نہیں چھوڑا ہے بلکہ چند اخلاقی حدود کا پابند کیا ہے۔ بخاری شریف کی ایک حدیث ہے کہ عام راستے میں جو وسیع میدان ہو جب لوگ اختلاف کریں تو پھر اس کے مالک وہاں مکان بنانا چاہیں تو راستہ کے لیے سات گز چھوڑیں۔ ایک دوسری حدیث ہے کہ جب لوگوں نے راستے کے متعلق جھگڑا کیا تو نبیؐ نے سات گز چھوڑ دینے کا حکم صادر فرمایا۔[1]

علامہ ابن حزم کا قول ہے کہ مکان ایسا کھلا اور بے پردہ نہیں ہونا چاہیے کہ گزرنے والوں کی نگاہیں اس کے اندر بلا روک پڑتی رہیں۔ اس طرح شریعت نے یہ پابندی بھی عائد کی ہے کہ مکان سے ہمسایے کو ضرر نہیں پہنچنا چاہیے۔ مکان کی اونچائی میں ہمسایے کی رضامندی کا شامل ہونا ضروری ہے، ایک بار صحابہؓ نے آنحضرتؐ سے سوال کیا کہ ایک پڑوسی کے دوسرے پڑوسی پر کیا حقوق ہیں؟ آپؐ نے ہمسایے کے جو حقوق بیان فرمائے ان میں سے ایک حق یہ بھی فرمایا کہ تم اپنی عمارت کو ہمسایے کی خوشنودی اور منشا کے بغیر اس کے مکان سے اونچا نہ لے جاؤ۔ شارحِ اسلامؐ کے اس ارشاد کا مدّعا یہ ہے

---

[1] إِذَا اخْتَلَفُوا فِي الطَّرِيقِ الْمِيتَاءِ وَهِيَ الرَّحْبَةُ تَكُونُ بَيْنَ الطَّرِيقِ ثُمَّ يُرِيدُ أَهْلُهَا الْبُنْيَانَ تَتْرُكُ مِنْهَا الطَّرِيقَ سَبْعَةَ أَذْرُعٍ۔

... قَضَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا تَشَاجَرُوا فِي الطَّرِيقِ سَبْعَةِ أَذْرُعٍ ۔ (صحیح بخاری (جلد اوّل) صہ ۸۵۴)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ مکانات کی تعمیر میں اس امر کو بنیادی طور پر ملحوظ رکھا جائے کہ اس کا نقشہ ایسا ہو کہ اس سے ارد گرد کے گھروں کی پردہ دری ہونے کی نوبت نہ آئے۔ مکان کے دروازوں دریچوں کے رُخ متعین کرنے میں بھی یہ اہتمام ضروری ہے۔ بخاری شریف کی ایک حدیث ہے کہ ایک بار نبی اکرمؐ مدینہ کے ایک ٹیلے پر چڑھے۔ پھر فرمایا "کیا تم دیکھ رہے ہو جو میں تمہارے گھروں کے اندر فتنوں کو پانی کی طرح برستا ہوا دیکھ رہا ہُوں"۔ یہ حدیث بالاخانوں میں بلند اور پست جھروکوں اور روشندانوں کے رکھنے کے باب میں بیان ہوئی ہے[1]۔

کسی مالک مکان کو اپنا مکان منہدم کرنے کی اجازت نہیں ہے اگر اس کے انہدام سے اہلِ محلّہ کو تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا ہو، البتہ کہ وہ اسے از سرِ نو بنانا چاہتا ہو۔

موجودہ زمانے میں محکمہ صحت و صفائی کی نظر میں جن مکانوں کو مضرِ صحت اور مخلِ راحت قرار دیا جاتا ہے، ان کے بارے میں اسلامی حکومت کا نظام بھی وہی سلوک اختیار کرتا ہے جو موجودہ بلدیاتی اداروں کے قواعد و ضوابط کرتے ہیں، فرق صرف یہ ہے کہ موجودہ قواعد و ضوابط صرف تخریب سے تعلق رکھتے ہیں مگر اسلام کے قواعد و ضوابط تخریب اور تعمیر دونوں پر متوازی عملدر آمد کرنے کی ہدایت کرتے ہیں یعنی شریعتِ اسلامی کی رو سے شہری نظم و نسق کا کوئی ادارہ اگر کسی عمارت کو مضرِ صحت اور آرام میں خلل انداز قرار دیتا ہے تو اس کا فیصلہ صرف اسے گرا دینے یا اس میں کسی ترمیم و تبدیلی کے احکام جاری کر دینے تک نہیں ہوتا، بلکہ وہ ادارہ عمارت کے مالک کو متبادل جگہ دینے کا ذمّہ دار ہوگا اور اسے نئے مکان میں آباد ہونے کے لیے مناسب امداد دینے

---

[1] بخاری شریف (جلد اوّل) دینی کتب خانہ لاہور صہ ۸۵۰

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا ضامن ہوگا۔

بلدیاتی قوانین میں تکلیف دہ امور کا انسداد اور ناجائز تجاوزات اہم موضوعات ہیں۔ مجلۃ الاحکام العدلیہ میں ایسے امور پر ضرر شدید کے عنوان سے مفصّل بحث کی گئی ہے جس کا خلاصہ درج ذیل ہے:

(ا) اگر کوئی شخص ہمسایہ کے گھر میں اپنا بادکش لگا دے تو اتنا حصّہ جو ہمسایہ کے گھر کی فضا میں ہوگا، کاٹ دیا جائے گا۔

(ب) اگر کسی کے گھر یا باغیچے کی درختوں کی ڈالیاں ہمسایہ کے گھر میں پھیل گئی ہوں اور ہمسایہ کے گھر میں ہوا کی راہ ان کی وجہ سے مسدود ہوگئی ہو تو ہمسایہ کو حق حاصل ہوگا کہ ہوا کا راستہ کھولنے کے لیے درختوں کے مالک کو شاخوں کے باندھنے یا کاٹ دینے پر مجبور کر دے۔

Ryland v. Fletcher

(ج) ضرر شدید چاہے کسی وجہ سے ہو اسے دفع کیا جائے گا۔ مثلاً اگر کسی کے گھر سے متصل کسی نے لوہاری کی دکان قائم کر دی یا چکّی لگا لی، تو لوہار کے ہتھوڑے کی دھمک یا چکّی کی حرکت سے مکان کی دیواروں کو نقصان شدید (ضرر شدید) پہنچنے کا اندیشہ ہے یا کسی نے آوا لگا دیا یا کولھو لگا لیا تو آوا کے دھوئیں اور کولھو کی بدبو سے اس مکان میں رہائش ناممکن ہو جائے گی۔ یہ سب ضرر شدید ہیں، اس لیے ان کا دفعیہ کیا جائے گا۔

(د) اس طرح اگر کوئی شخص دوسرے کے مکان کے متصل پن چکّی کی نالی کھود ڈالے اور اس کے مکان کی دیوار کو اس سے نقصان پہنچ رہا ہو یا کسی نے ہمسایہ کی دیوار سے مزبلہ قائم کر دیا اور اس میں گندہ پانی اور گندگی جمع ہو کر ہمسایہ کی دیوار کو نقصان پہنچا رہی ہو تو اس پر لازم ہوگا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ اس ضرر شدید کا دفعیہ کرے۔

(ذ) اگر کسی نے کپڑے کے بازار میں باورچی کی دکان لگا دی اور اس کا دھواں بزازوں کے مال کو خراب کر رہا ہے تو یہ ضرر شدید ہے۔ اسی طرح اگر کسی کی زمین دوز نالی پھٹ گئی اور ہمسایہ کے گھر میں پانی جا رہا ہے تو یہ ضرر شدید ہے۔

(ر) اگر کسی نے دیوار بنائی اور ہمسایہ کا دریچہ اس کی وجہ سے بند ہو گیا تو اسے حق حاصل ہے کہ اس ضرر شدید کو دفع کرنے پر مجبور کرے۔

(ڑ) اگر کسی نے گھر میں دریچہ لگایا یا نیا مکان بنایا اور اس میں ایسا دریچہ رکھا جو ہمسایہ کے گھر میں کھلتا ہو جس کے سامنے ہی دوسرے کے گھر کا وہ حصہ پڑتا ہے جو عورتوں کے ہونے کے مقامات ہیں تو اس شخص کو مجبور کیا جائے گا کہ وہ اس ضرر کو دفع کرے اور ایسی صورت پیدا کرے کہ ہمسایہ کے گھر بے پردگی نہ ہونے پائے۔

(ز) راہِ عام پر جو چیز بھی راہ چلنے والوں کے لیے تکلیف دہ ہو چاہے وہ قدیم ہو اسے دفع کر دیا جائے گا۔ جیسے راہ تنگ کر دینے والی کھڑکی، سیڑھی وغیرہ۔ گزرگاہوں اور راستوں کی صفائی اور توسیع پر فقہ اسلامی خاص توجہ مبذول کرتی ہے۔ امام ابوالحسن ماوردی لکھتے ہیں:

"قاضی حکومت کے مصالح کا لحاظ رکھے۔ کسی شخص کو راستوں میں اور راستوں کے ارد گرد کوئی عمارت وغیرہ نہ بنانے دے اور بلا استحقاق نصب کیے ہوئے سائبان اور عمارتیں منہدم کرا دے۔ اس سلسلے میں قاضی کسی مدعی کی نالش کے بغیر بھی بذات خود اس کا انتظام کرے۔ چونکہ یہ حقوق اللہ میں شامل ہے، اس لیے اس میں مستغیث اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غیر مستغیث دونوں برابر ہیں (لہٰذا قاضی خود اس کا لحاظ رکھے) لہ

علامہ ماوردی نے امورِ منکرہ کی ذیل میں شارع عامہ کی نگہداشت، محکمہ احتساب کے کارکنوں کے فرائض میں شامل کی ہے اور لکھا ہے کہ محتسب عام گزرگاہوں میں عمارت بنانے کی ممانعت کر دے، اگرچہ راستہ وسیع ہو۔ اور اگر کوئی کچھ بنائے تو اس کو منہدم کرا دے، چاہے وہ مسجد ہی کیوں نہ ہو، کیونکہ راستے آمد و رفت میں سہولت و آسائش کے لیے ہیں، اس لیے نہیں ہوتے کہ لوگ سہولتِ عامہ کو نظر انداز کر کے ان میں رکاوٹیں کھڑی کر دیں۔ ٢ہ

Material available ... Translation

شریعتِ اسلامی نے شارع عامہ سے جمہور کے حق انتفاع کو اس کے پورے لوازم کے ساتھ تسلیم کیا ہے؛ چنانچہ اسلامی قانون میں یہ بات صاف طور پر مذکور ہے کہ راستہ کی زمین کو نہ فروخت کیا جا سکتا ہے، نہ اسے مسدود کیا جا سکتا ہے اور نہ اس کو باہم تقسیم کیا جا سکتا ہے، خواہ وہ کسی شخص کی ملکیت ہو اور اس کے بنانے سنوارنے پر کافی رقم خرچ کی گئی ہو۔

دکانوں کے چبوترے شارع عام کی جانب بڑھا دینے کو راہگیروں کے حقوق پر دست درازی اور تعدی قرار دیا گیا ہے اور محکمہ احتساب کے کارپردازوں پہ لازم کیا گیا ہے کہ وہ ایسے تجاوزات کو فوراً مسمار کر دیں اور آئندہ کے لیے لوگوں کو اس قسم کی دست درازی سے سختی سے منع کر دیں۔

تنگ راستوں میں جو شخص دکان لگا کر بیٹھتا ہے اور آنے جانے والوں کو مزاحم ہوتا ہے تو ایسے دکاندار سے چیزیں خریدنا شرعاً ممنوع ہے، اس لیے کہ

لہ الاحکام السلطانیہ۔ امام ابوالحسن ماوردی صد ۴۰۳۔

٢ہ الاحکام السلطانیہ۔ صد ۴۰۳ تصنیف امام ابوالحسن ماوردی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

راستوں پر بلا عذر بیٹھنا مکروہ ہے۔ پس اگر ایسے دُکاندار سے ٹھوکر کھا کر کوئی راہگیر گر جاتا ہے اور ہلاک ہو جاتا ہے تو وہ اس کی ہلاکت کا ضامن ہو گا۔ ایسے آدمی سے اشیاء خریدنے کا مطلب یہ ہو گا کہ معصیت کے کام پر اس کی حوصلہ افزائی اور اعانت کی جا رہی ہے۔

اسلامی حکومت کا محکمہ احتساب منجملہ دوسرے فرائض کے جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے قیام کے بارے میں اس پر عائد ہوتے تھے ایسے فرائض بھی انجام دینے کا ذمہ دار تھا جو آج کل میونسپلٹیاں اور بلدیاتی مجالس انجام دیتی ہیں۔ اس محکمہ کے کارکن پورے شہر میں گشت کرتے رہتے تھے اور جہاں کہیں شہری قواعد و ضوابط کی خلاف ورزی دیکھتے اس کا موقعہ پر انسداد کرتے۔ چنانچہ اگر محتسب دیواروں اور مکانوں کی چھتوں کے اندر ایسے پرنالے لگے ہوئے پاتا جس سے گندے پانی کی چھینٹیں سڑک پر برستی ہوں اور راہگیروں کو ملوث کرتی ہوں تو وہ صاحب خانہ کو حکم دیتا کہ وہ پرنالوں کو مسقّف کرے یا انہیں دیواروں کے اندر اس طرح سے کھود کر بنائے کہ ان کا پانی گزرگاہ پر غلاظت کی بارش نہ کرتا رہے۔

نبیؐ کریم کا ارشاد مبارک ہے کہ اماطۃ الاذی عن الطریق صدقۃ (راستے سے تکلیف دہ چیز کو دُور کرنا بھی صدقہ ہے)[1] ایک دوسری حدیث میں ہے کہ جو شخص شاخول اور لوگوں کے لیے تکلیف دہ چیزوں کو راستے سے ہٹا دے تو اللہ تعالیٰ اُسے عزت دے گا اور اسے بخش دے گا۔[2]

دوسری روایت میں آتا ہے کہ اسلام کی ستر سے اوپر شاخیں ہیں ان میں سب سے چھوٹی شاخ راستوں سے اذی کو زائل کرنا ہے؛ چنانچہ رسولِ کریمؐ کا

---

[1] صحیح بخاری (جلد اوّل) مطبوعہ دینی کتب خانہ لاہور صد ۸۵۰
[2] ایضاً صد ۸۵۴

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

Public Nuisance

ارشادِ مبارک ہے' جو شخص پھل دار درخت کے نیچے یا گزرگاہ پر یا نہر کے کنارے قضائے حاجت کرتا ہے' اس پر اللہ تعالیٰ کے فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت برستی ہے۔

چنانچہ ارشادِ نبویؐ کی بنا پر اسلامی معاشرے کے ہر فرد کی یہ روش ہو گئی تھی کہ لوگوں کو گزرگاہوں پر کوڑا کرکٹ پھینکنے یا بول و براز کرنے سے منع کرتے تھے۔

بستان العارفین کے مصنّف مشہور فقیہہ امام ابواللیث سمرقندی نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ :-

"کسی صاحبِ عقل کو یہ زیب نہیں دیتا کہ جہاں سے لوگ گزرتے ہوں' وہ وہاں تھوکے یا ناک صاف کرے اور لوگوں کے پاؤں کو گندہ کرنے کا موجب بنے۔"

ٹریفک کے قواعد کے ضمن میں فقہ اسلامی کا ارشاد ہے کہ پیادہ راستے کے ایک جانب (فٹ پاتھ پر) چلے' اور سوار راستے کے وسط میں۔ یہ پابندی شہر کے لیے ہے۔ اور اگر میدان یا صحرا ہو تو وسطِ شارع پیادہ کے لیے ہے اور دونوں کنارے سوار کے لیے۔ مستحب یہ ہے کہ پاپوش پہنے ہوئے شخص برہنہ پا کے لیے نرم اور صاف راستہ چھوڑ دے۔

تحفظ اموال عامہ
Melk Property

شریعتِ اسلامی کی رو سے پبلک مقامات مثلاً پُل، سڑکیں، پارک، دروازے اور باغ کسی خاص فرد کی ملکیت نہیں ہو سکتے، اس لیے کسی شہری کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ ان پر اپنی اجارہ داری قائم کرلے اور دوسروں کو اس سے متمتع ہونے سے روک دے۔ یہ مقامات منفعتِ عامہ کے لیے مشترک رہنے ضروری ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعض بنیادی فرائض کے علاوہ رفاہِ عامہ کے کام بھی بلدیاتی اداروں کے ترقیاتی پروگراموں کی فہرست میں مرکزی حیثیت رکھتے ہیں۔ اسلام نے بھی رفاہی اور تعمیراتی کاموں کی حوصلہ افزائی کی ہے۔ اس سلسلے میں علمائے اسلام کا نقطۂ نظر ملاحظہ ہو۔

نظام الملک طوسی جو کہ ایک مشہور اسلامی سیاسی مفکّر ہے اپنی کتاب "سیاست نامہ" میں بادشاہ کو اس کے فرائض کے متعلق یاد دلاتا ہوا لکھتا ہے:

"اسے ایسی چیزوں کی جانب توجّہ دینی چاہیے جو تعمیراتی کاموں کے ضمن میں آتی ہیں۔ پانی کی نکاسی کے لیے بدرو اور گٹر کھدوانا، مفید نہریں جاری کروانا، بڑے بڑے دریاؤں پر پُل بندھوانا، غیر مزروعہ اور مزروعہ علاقوں کو آباد کرنا، قلعے، شہر، عظیم الشّان عمارتیں، خوبصورت اور حسین وجمیل دیوان خانے، شاہراہوں پر سرائیں تعمیر کرانا — یہ سب ملک کو آباد کرنے اور شہریوں کی بھلائی کے کام ہیں۔"[1]

شاہ ولی اللہ دہلویؒ جو کہ متاخرین علمائے اسلام اور مفکّرین میں سے ہیں، حکومت کے فرائض پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"حکومت کا یہ بھی فرض ہے کہ وہ ایسی تعمیرات پر خاص توجّہ کرے جن کا تعلّق رفاہِ عامہ سے ہے مثلاً شہر پناہ اور فصیل کا تعمیر کرانا، ہر ایک شہر میں اہلِ شہر کی ضروریات کے لیے بازار کا ہونا، مسافروں کے لیے مہمان سرائے کا ہر ایک شہر میں تعمیر کرنا، جہاں پانی کی کمی ہو وہاں کنویں کھدوانا، اجرائے انہار کے ذریعے آبپاشی کی سہولتیں بہم پہنچانا، ملک میں سڑکوں کا جال پھیلانا،

---

[1] سیاست نامہ۔ خواجہ نظام الملک طوسی (اردو) صہ ۱۴۱

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دریاؤں پر پُلوں کا تعمیر کرنا، تاجروں کے ساتھ سلوک کرنا جس سے کہ ان کی حوصلہ افزائی ہو اور تجارت کو ترقی حاصل ہو۔ اہل شہر کو تاکیدی ہدایات دی جائیں کہ وہ مسافروں سے اعزاز و تکریم کے ساتھ پیش آئیں"۔ [1]

بلدیاتی اداروں کے فرائض کا تعین کرتے ہوئے یہ دیکھا جاتا ہے کہ یہ فرائض زیادہ سے زیادہ کتنے ہوں اور کم سے کم کتنے ہوں گے۔ بلدیاتی فلسفہ کے باب میں ہم نے اسلامی معاشرہ میں مروج کم سے کم بلدیاتی فرائض کی نشاندہی کرنے کی کوشش کی ہے۔ شہری و معاشرتی ضروریات کے پیشِ نظر قرآن و سنت کی روشنی میں اور فقہ اسلامی کے اصولوں کی بنیاد پر ان فرائض کے دائرہ کو وسعت دی جاسکتی ہے۔

---

[1] حجۃ اللہ البالغہ (حصہ اوّل) شاہ ولی اللہ دہلویؒ صد ۲۸۷

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بلدیاتی مالیات

مالیات کی حیثیت کسی ادارے یا تنظیم کی کارکردگی کے لیے وہی ہوتی ہے جو جسم کے لیے خون کی۔ مالی وسائل کے بغیر کوئی ادارہ نہیں چل سکتا اور نہ اپنا وجود قائم رکھ سکتا ہے۔ کوئی ادارہ کتنا ہی عظیم الشان ہو، اس میں کتنے ہی قابل اور باصلاحیت عمال کام کرتے ہوں، مالی وسائل کے بغیر نہ وہ ادارہ قائم رہ سکتا ہے اور نہ اپنے مفوضہ فرائض کماحقہ، انجام دے سکتا ہے۔

اداروں کے لیے مالیات کی اہمیت کے پیش نظر ہجرتِ مدینہ کے بعد جب اسلامی ریاست کا خاکہ شکل اختیار کرنے لگا تو ساتھ ہی ایک مالی نظام کی بنیاد بھی رکھی گئی۔

نبی اکرمؐ کی زیرِ ہدایت و نگرانی وجود میں آنے والے مالی نظام میں مملکتِ اسلامیہ کے پانچ ذرائع آمدن زکوٰۃ، مالِ غنیمت، جزیہ، خراج اور فے تھے۔ مابعد کے زمانہ میں ان ذرائع آمدنی میں اضافہ ہوتا رہا اور دیگر کئی محصولات شامل ہو گئے۔ نئے محاصل کے باوجود یہ ذرائع آمدنی اسلامی مالی نظام کی بنیاد رہے۔ عہدِ عباسی تک اسلامی سلطنت میں کافی وسعت اور استحکام آچکا تھا اور مالی نظام میں پختگی آ گئی تھی، اس لیے مملکتِ اسلامیہ کی آمدنی کروڑوں تک پہنچ گئی۔ ڈاکٹر حسینی ایک قدیم عربی مورخ کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ ہارون الرشید کے زمانہ میں سلطنت کی کل آمدنی ۰۰۰ر۳۱۲ر۵۳۰ درہم تھی۔[1]

---

[1] عربوں کا نظام حکومت۔ ڈاکٹر ایس اے کیو حسینی صد ۲۲۸

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شروع میں جب ابھی ملکی اور شہری نظام میں استحکام پیدا نہیں ہوا تھا تو نئے شہر بسانے اور قدیم شہروں کی تہذیب و آرائش کی ذمہ داری حکومت پوری کرتی رہی اور رفاہِ عامہ کے کام حکومت کے مصارف میں اہم حیثیت رکھتے تھے۔ چونکہ اس وقت حکومت کی آمدنی زکوٰۃ، صدقات، جزیہ، فے اور مال غنیمت سے حاصل ہوتی تھی، اس لیے ان محاصل کا ذکر بھی بے محل نہ ہوگا۔ ویسے بھی اسلامی معاشرہ میں حالات کے اختلاف کے علاوہ یہ ذرائع ہر سطح پر مالی نظام کی اساس ہیں۔

جب ملکی اور ریاستی نظم و نسق کے ساتھ شہری معاشرہ میں بھی انتظامی و مالی استحکام پیدا ہوا تو شہروں کا انتظام خود مختارانہ طور پر چلنے لگا۔ ہر شہر کی اپنی انتظامی مشینری اور محاصل ہوتے تھے۔ ہر شہر اپنی آمدنی میں سے بالواسطہ یا بلاواسطہ کچھ حصّہ ریاستی خزانہ میں ادا کرتا تھا اور باقیماندہ رقم بلدیاتی نظم و انتظام کے لیے اپنے خزانہ میں جمع کرتا تھا۔ بلدیاتی ذرائعِ آمدن مختلف محصولات پر مشتمل تھے۔ مورّخین و مصنفین نے جن مختلف محاصل کی نشاندہی کی ہے ذیل میں اجمالی طور پر ان کا ذکر کیا جاتا ہے۔

زکوٰۃ

زکوٰۃ ایک مذہبی فریضہ اور عبادت بھی ہے اور ایک لازمی ٹیکس بھی۔ بطور ٹیکس کے زکوٰۃ اسلام کے معاشی نظام اور مالیاتی پروگرام میں ایک اہم ذریعۂ آمدن ہے جو نماز کے بعد ہر صاحبِ نصاب مسلمان پر واجب ہے۔

زکوٰۃ کے لفظی معنی پاکیزگی اور نشو و نما کے ہیں۔ اسلام کی رو سے زکوٰۃ کی ادائیگی کے بعد مال و دولت پاکیزہ ہو کر برکتوں سے نشو و نما پاتی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلامی احکام کے پیشِ نظر زکوٰۃ ہر سطح پر نافذ العمل تھی اور شہری آمدنی کا ایک اہم ذریعۂ آمدنی تھا جو اڑھائی فیصد سالانہ شرح سے وصول کی جاتی تھی۔

عشر

عشر زمینی پیداوار کا دسواں حصّہ تھا جو کہ مسلمان مالکانِ اراضی سے وصول کیا جاتا تھا۔ اس کو زمینی پیداوار کی زکوٰۃ کہنا چاہیے۔ عشر بڑے قطعاتِ اراضی کے مالکان سے وصول کیا جاتا تھا۔ وہ شہر جن کے ساتھ مضافاتی علاقے شامل تھے ان کی پیداوار سے وصول شدہ عشر بلدیاتی ذرائعُ آمدن میں شمار ہوتا تھا۔

صدقات

صدقات وہ نذرانے تھے جو متمول اور صاحبِ استطاعت مسلمان آخرت کی بھلائی اور دُنیاوی خیر و برکت کے پیشِ نظر بیت المال میں جمع کردلتے تھے۔ اس زمانہ میں چونکہ اسلامی تعلیمات کا اثر پھیکا نہیں پڑا تھا، اس لیے اللہ کے نام پر جمع ہونے والے صدقات بلدیاتی آمدنی کا اہم ذریعہ تھے۔

جزیہ

یہ ایسا ٹیکس تھا جو اسلامی قلمرو میں بسنے والے غیر مسلم باشندوں سے ان کے مال، جائیداد، عزّت اور آبرو کی حفاظت کے عوض وصول کیا جاتا تھا۔ یہ ٹیکس بھی اسلامی ریاست کی مختلف انتظامی سطحوں پر رائج تھا اور اس لحاظ سے بلدیاتی محصولات میں بھی اس کا شمار کیا جائے گا۔ [۱]

---

[۱] شہادت کے لیے ملاحظہ ہو سفرنامہ ابن بطوطہ جلد اوّل صد ۳۰۰

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خراج

خراج ایک قسم کا سرکاری لگان تھا جو غیر مسلم کاشت کاروں کی غیر مقبوضہ اراضیات پر مختلف شرح سے سالانہ عائد ہوتا تھا۔ خراج اسلامی ریاست کا ایک اہم ذریعۂ آمدن تھا۔ شہری نظام کے استحکام کے بعد بلدیاتی سطح پر بھی وصول کیا جانے لگا۔

فے

یہ وہ اراضیات تھیں جو کہ مفتوح ممالک سے قبضہ میں آتیں اور براہِ راست مرکزی حکومت کے تحت تصرّف میں ہوتی تھیں۔ جب کوئی ملک یا علاقہ فتح ہوتا، تو وہاں جو زمینیں بادشاہوں، شہزادوں و دیگر زعما یا مرکزی حکومت کی ملکیّت ہوتیں تو ایسی سب زمینیں براہِ راست مرکزی حکومت اپنے تصرّف میں لے لیتی۔ ایسی زمینوں کو "فے" کہتے تھے۔ ان کی مرکزی حکومت مالک ہوتی اور مزارعین سے اپنا حصّہ لیتی۔

فے سے حاصل شدہ آمدنی کو رفاہِ عامہ کے کاموں مثلاً نہریں، پُل، بند اور پانی کے تالاب وغیرہ بنانے پر خرچ کیا جاتا تھا۔

مالِ غنیمت

مالِ غنیمت وہ سازو سامان، نقدی اور عورت و مرد غلام ہوتے تھے جو کہ غیر مسلموں کے ساتھ جنگ میں ہاتھ آتے تھے۔ مالِ غنیمت کا پانچواں حصّہ بیت المال میں عوام کی فلاح و بہبود کے لیے دیا جاتا تھا، اس لیے اسے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خمس بھی کہا جاتا تھا۔

عشور

خلفائے راشدین کے عہد میں ایک نیا ٹیکس رائج ہوا جو کہ تاجروں سے ان کے سامانِ تجارت پر وصول کیا جاتا تھا اور عشور کہلاتا تھا۔ اس کی ابتدا کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ کوفہ کے گورنر حضرت ابوموسیٰ اشعری نے خلیفہ (حضرت عمرؓ) کو لکھا کہ مسلمان تاجر جب دوسرے ممالک میں تجارت کرتے ہیں تو ان سے ان کے سامانِ تجارت پر ۱۰ فیصدی کے حساب سے ٹیکس وصول کیا جاتا ہے۔ عمرؓ نے واپس گورنر کو لکھا تھا کہ وہ بھی مسلمان ممالک میں تجارت کرنے والے غیر ممالک کے تاجروں پر اسی قسم کا ٹیکس عائد کریں۔ جب شہروں کا نظام خود مختارانہ چلنے لگا تو ہر شہر یہ ٹیکس اپنی منڈیوں میں آنے والے مال پر وصول کرنے لگا۔

بنو امیّہ کے زمانہ میں بھی زیادہ تر یہی ذرائع آمدن مروّج رہے۔ اس کے بعد کچھ نئے ذرائع وجود میں آئے۔ جسٹس امیر علی بنو عباس کے مالی نظام پر بحث کرتے ہوئے دس مختلف محاصل کی نشاندہی کرتے ہیں، جن میں مندرجہ بالا محاصل کے علاوہ کارخانوں پر ٹیکس، تعیّشات اور گاڑیوں پر ٹیکس، درآمدات پر ٹیکس اور تھڑا ٹیکس وغیرہ۔ [1] ان کی نوعیّت کے لحاظ سے یہ ٹیکس بھی بلدیاتی محصولات میں شامل کیے جا سکتے ہیں۔

تہہ بازاری

مولانا عبدالرزاق کانپوری اپنی کتاب البرامکہ میں لکھتے ہیں کہ مہدی عباسی

[1] مختصر تاریخ اسلام۔ سیّد امیر علی صد ۴۲۶

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بازاروں کے ہر دُکاندار سے ٹیکس وصول کرتا تھا۔ پھر مزید وضاحت کی غرض سے فٹ نوٹ میں لکھتے ہیں: یہی ٹیکس ہے جس کو اب میونسپلٹی تہہ بازاری کے نام سے وصول کرتی ہے[1] یہی مصنّف لکھتا ہے کہ عشور کے علاوہ خوانچہ والے اور دوسرے معمولی کاروبار کرنے والوں سے جو سڑکوں پر بیٹھتے تھے، چنگی وصول کی جاتی تھی جس کو مکس کہتے تھے[2] اپنی نوعیّت کے لحاظ سے یہ دونوں ٹیکس بھی بلدیاتی محاصل میں شامل تھے۔

کاروباری لائسنس فیس

تاجروں سے سال میں ایک مرتبہ ٹیکس لے کر ان کو کل ملک محروسہ میں گشت کرنے کا اختیار دیا جاتا تھا۔[3]

کاروبارِ سلطنت کے ساتھ حکومت کے فرائض و مصارف میں بھی وسعت پیدا ہوئی جس کے لیے خطیر رقوم درکار تھیں۔ یہ رقوم چونکہ مروّجہ ذرائع سے حاصل ہونا مشکل تھیں، اس لیے نئے ذرائعِ آمدن کی ضرورت پیش آئی۔ مفکرین اور مجتہدین نے بڑھتی ہوئی ضروریات کے پیشِ نظر نئے اور اضافی محاصل کی حمایت کی۔

ضرائب

ضرائب سے مراد وہ ہنگامی ٹیکس (محصولات) ہیں جو ملکی و ملّی ضروریات

---

[1] البرامکہ۔ مولانا عبدالرزاق کانپوری صہ ۱۸۸

[2] البرامکہ۔ مولانا عبدالرزاق کانپوری صہ ۱۸۸

[3] ایضاً

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے تحت اسلامی قلمرو میں قابلِ نفاذ ہیں۔ ایک مصنّف اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ ضرائب وہ ٹیکس ہیں جو ملکی ضرورت کے تحت رئیسِ سلطنت نافذ کر سکتا ہے۔ ملکی سرحدوں اور سرزمین کی حفاظت اسلامی نکتۂ نگاہ سے حاکمِ وقت کی ذمّہ داری ہوتی ہے اور جنگ کی صورت میں اگر خزانۂ ملکی میں کسی سبب سے کمی ہو تو مسلمان حکمران اس کمی کو دُور کرنے کی خاطر ٹیکس عائد کر سکتا ہے۔ اسی طرح دوسری آفات مثلاً قحط سالی وغیرہ کے وقت بھی ٹیکس عائد کیا جا سکتا ہے[1] الماوردی کے نکتۂ نظر سے ہر ایسے کام کے لیے جس کا مقصد اسلامی ریاست کی فلاح و بہبود یا تعمیر و ترقّی ہے ٹیکس عائد کیا جا سکتا ہے۔ مسلمان مفکّرین نے ضرائب کے نفاذ کی اس شرط پر حمایت کی ہے کہ وہ بہت زیادہ نہ ہوں اور وہ لوگوں پر گراں نہ گزریں۔ ضرائب قومی ضروریات اور رفاہِ عامہ کے پیشِ نظر رئیس الحکومت کی منظوری سے بلدیاتی سطح پر بھی قابلِ نفاذ تھے۔

اموالِ فاضلہ، کرایے، وقف، زرعی اراضی

مذکورہ بالا ذرائعِ آمدن اور ٹیکسوں کے علاوہ بعض دوسرے محاصل بھی دیکھنے میں آتے ہیں جن میں اموالِ فاضلہ، وقف، زرعی اراضی اور کرایے وغیرہ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ اموالِ فاضلہ لاوارث مسلمانوں کی جائیدادیں ہوتی تھیں جو کہ ریاست کے حق میں ضبط کر لی جاتیں۔ اس طرح اگر کوئی ذمّی اپنے عہد سے پھر جاتا اور ہمسایہ ملک میں بھاگ کر چلا جاتا تو اس کی جائیداد بحقِ سرکار ضبط کر لی جاتی۔

---

[1] پبلک فنانس اِن اسلام (انگریزی) الیس، اے صدیقی صـ ۱۳۱

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وقف میں ایسی منقولہ و غیر منقولہ جائیدادیں شامل ہوتی تھیں جو کہ مسلمان فلاح عامہ کے پیشِ نظر اپنی مرضی سے حکومت کی تحویل میں دے دیتے۔ وقف ایک صدقہ جاریہ ہوتا ہے جس کا ثواب وقف کرنے والے کو ہمیشہ ہمیشہ پہنچتا رہتا ہے۔ اُس وقت جب کہ مسلمان اسلامی تعلیمات میں راسخ تھے اپنی آخرت سنوارنے کے جذبہ کے تحت اپنی جائیدادیں نیک کاموں اور فلاحی اداروں کے لیے وقف کر دیا کرتے تھے۔ مختلف تاریخی شواہد سے پتہ چلتا ہے کہ اسلامی عہد میں مختلف شہروں میں بیسیوں مدرسے، شفا خانے اور دیگر رفاعی ادارے وقف شدہ املاک کی آمدنی سے چلتے تھے۔

حکومت کی جائیداد کے کرایے اور اراضی سے حاصل شدہ پیداوار بھی آمدنی کا اہم ذریعہ ہوتا تھا۔

سیّد امیر علی عہدِ بنو امیّہ کے مالیات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ صوبے سے جتنی آمدنی آتی تھی وہ صوبائی خزانہ میں جمع ہوتی .... پھر صوبائی حکومت کے جتنے اخراجات ہوتے وہ صوبائی خزانہ سے وضع کر لیے جاتے اور تمام عہدیداروں، اہل کاروں اور وظیفہ خواروں کو ادائیگی کی جاتی۔ پھر رفاعی کام جیسے سڑکیں، نہریں، سرکاری عمارتیں، مساجد اور مدارس کی تعمیر پہ بھی اخراجات صوبائی خزانہ سے ادا ہوتے اور بقایا جو رقم بچ جاتی وہ دمشق میں شاہی خزانہ میں ارسال کر دی جاتی[1] مسلمانوں کے ہاں مرکزی، صوبائی اور شہری ٹیکسوں اور محصولات میں کوئی تخصیص اور درجہ بندی نہیں ہوتی تھی۔ وہی محصولات مملکت کی ہر سطح پر رائج تھے اور ان سے آمدنی حاصل کر کے دوسری انتظامی سطحوں پر باہمی طور پر دی جاتی تھی۔

---

[1] مختصر تاریخِ اسلام۔ امیر علی (بزبانِ انگریزی) صہ ۱۸۶

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک مصنّف نے اسلامی ہند میں وصول کیے جانے والے مندرجہ ذیل بلدیاتی محاصل و ٹیکسوں کی نشاندہی کی ہے۔

محصول (چونگی)

شہروں میں فروخت کے لیے لائی جانے والی اشیاء پر محصول آج بھی بلدیات کا ایک اہم ذریعۂ آمدن ہے۔ یہ ٹیکس مسلمانوں کے زمانہ میں بھی رائج تھا اور شہری حدود کے اندر منڈی میں فروخت کے لیے لائی جانے والی اشیاء پہ لیا جاتا تھا۔ محصول مختلف اسلامی ممالک کے علاوہ اسلامی ہند میں بھی رائج تھا۔
حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز نے تختِ خلافت پر متمکّن ہوتے ہی محصول چونگی کو ساری مملکت سے معاف کر دیا اور گورنروں و اہلکاروں کو لکھا کہ یہ بخس ہے اور انہوں نے اس کی بنیاد قرآنِ کریم کے اس حکم پر رکھی کہ" وَلَا تبخسوالناس اشیاءھُمْ" (یعنی لوگوں کو ان کی چیزیں کم مت دو) انہوں نے فرمایا کہ لوگوں نے اس کا نام (بخس سے) بدل کر (محصول کے نام سے لیے) جائز بنا لیا ہے حالانکہ یہ جائز نہیں۔ بہر حال ان سے قبل اور مابعد کے عہد میں یہ محصول مملکتِ اسلامیہ کے شہروں میں نافذ رہا۔
اسلامی ہند کے متعلق مولانا نور احمد فریدی تاریخ ملتان میں لکھتے ہیں کہ سلطان محمد تغلق کے دور میں دریائے بیاس سرورشکوٹ کے پاس سے ہو کر گزرتا تھا اور یہاں ملتان شہر کی چونگی تھی۔ وہ مزید لکھتے ہیں کہ تجارت کے مال پہ ۲۵ فیصد محصول لیا جاتا تھا۔ اہلِ علم اور شاہی مہمان محصول کی ادائیگی سے مستثنیٰ تھے۔

روزی

یہ بھی چنگی سے ملتا جلتا ٹیکس تھا جو کہ اناج، غلّے، نمک اور شکر وغیرہ پر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان تاجروں سے وصول کیا جاتا جو یہ اشیاء بیلوں پر لاد کر دہلی میں لاتے تھے۔ یہ ایک قسم کا مال ٹیکس تھا۔

جزاری

جزار عربی میں قصاب کو کہتے ہیں چنانچہ مذبح خانوں میں جانور ذبح کرنے پر قصابوں سے بھی ایک ٹیکس لیا جاتا تھا جو جزاری کہلاتا تھا۔ اس کی شرح بارہ جیتل فی مویشی ہوتی تھی۔

پیشہ ورانہ ٹیکس

ایسا پیشہ ورانہ ٹیکس ادا کرنے والوں میں دایہ عورتیں، درزی اور ادھار کا کاروبار کرنے والے لوگ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔[1]

شادی ٹیکس

یہ ٹیکس شادیوں پر وصول کیا جاتا تھا۔[2]

ہاؤس ٹیکس

ایک مورخ لکھتا ہے کہ وجیانگر میں ایک قسم کا ہاؤس ٹیکس بھی نافذ تھا۔[3]

---

[1] پبلک ایڈمنسٹریشن اینڈ فنانس صد ۶۸

[2] ایضاً

[3] ایضاً

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جرمانے اور تاوان

شیر شاہ سوری کے زمانہ میں ان لوگوں پر جرمانے عائد کیے جاتے تھے، جو اوزان و پیمائش اور قیمتوں کے متعلق احکام و قوانین کی خلاف ورزی کرتے تھے۔ [1] صحیح محصول چونگی ادا نہ کرنے والوں سے بھی تاوان لیا جاتا تھا جس کو ڈانگ آنہ کہا جاتا تھا۔

مستغال

مستغال بھی ایک قسم کا ہاؤس ٹیکس تھا جو رہائشی و تجارتی دونوں قسم کی عمارتوں پر نافذ کیا جاتا تھا۔

علاوہ ازیں مندرجہ ذیل محصولات بھی بلدیاتی آمدنی کا اہم ذریعہ تھے۔

(i) مختلف منڈیوں پر ٹیکس

(ii) مکانوں کی فروخت پر ٹیکس

(iii) دکانوں پر ٹیکس

(iv) قرقیاں

(v) دکانوں کے کرایے

ان مختلف النوع محصولات سے روزانہ سینکڑوں روپے اکٹھے کیے جاتے تھے۔ شیراز [2] کا ذکر کرتے ہوئے ابن بطوطہ لکھتا ہے کہ مجھ سے الحاج قوام الدین نے بیان کیا جو یہاں کے خزانہ کے مہتمم تھے کہ یہاں کی روزانہ دس ہزار درہم کی

---

[1] پبلک ایڈمنسٹریشن اینڈ فنانس صہ ۶۸

[2] شیراز ایران کا مشہور شہر ہے اور شیخ سعدیؒ اور حافظ شیرازی کا مولد اور وطن تھا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آمدنی کی وصولی کا میں ذمّہ دار ہوں [1]

ٹیکس گزاروں پر کسی قسم کی سختی یا زیادتی کو اسلام نے نظرِ استحسان سے نہیں دیکھا۔ اور ان سے ٹیکس کی رقم سے زیادہ وصولی کی مذمّت کی ہے۔ ابوداؤد کی ایک حدیث ہے کہ رسولِ اکرمؐ نے فرمایا کہ ناحق محصول لینے والا جنّت میں داخل نہیں ہوگا [2] نہ صرف یہ بلکہ ظالمانہ محصول وصول کرنے کو بہت بڑا گناہ قرار دیا گیا ہے۔ مولانا مودودی صاحب تفہیم القرآن میں لکھتے ہیں کہ غامدیہ جب رجم سے مرگئی تو حضورؐ نے خود اس کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور جب حضرت خالد بن ولیدؓ نے اس کا ذکر بُرائی سے کیا تو آپؐ نے فرمایا:

"خالد اپنی زبان کو روکو۔ اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضے میں میری جان ہے اس نے ایسی توبہ کی تھی کہ اگر ظالمانہ محصول وصول کرنے والا بھی توبہ کرتا تو بخش دیا جاتا۔" گویا ظالمانہ محصول وصول کرنا اس فعل سے بھی بڑا گناہ ہے جس کی سزا رجم ہو۔

امام ابویوسف نے بھی اپنی مشہور کتاب الخراج میں ٹیکس گزاروں کے ساتھ ناروا سلوک کی مذمّت کی اور ان کی بہتری و بہبودی کی تلقین فرمائی۔ انہوں نے یہ بھی مشورہ دیا کہ ٹیکس گزاروں سے مقررہ رقم سے زیادہ ایک پائی بھی وصول نہ کی جائے، ہاں البتہ ادائیگی میں غفلت کرنے والوں سے لحاظ نہ کیا جائے۔

آج اگر بلدیات کے کارندے اور عمال ٹیکس گزاروں کو طرح طرح سے پریشان

---

[1] سفرنامہ ابن بطوطہ جلد اوّل صہ ۲۲۶

[2] انتخاب صحاح ستہ صہ ۲۰۳ حدیث نمبر ۶۲۷ (ابوداؤد)

[3] تفہیم القرآن جلد سوم صہ ۳۴۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتے اور ان سے بلاجواز رقم بٹورتے ہیں تو ان کا یہ عمل اسلامی نقطۂ نگاہ سے قطعاً ناجائز ہے۔

ملکی استحکام کے ساتھ ساتھ مالی نظام میں پختگی آتی گئی اور مرکز، صوبوں اور شہروں میں آمدنی و خرچ کا باقاعدہ حساب کتاب رکھا جانے لگا اور مصارف پر قابو پانے کے لیے آفیسر مقرر کیے گئے۔ مفکرّین نے بھی حساب داری اور تخمینہ سازی کی افادیت کے پیشِ نظر اس پر زور دینا شروع کیا۔ خواجہ نظام الملک طوسی اپنی مشہور تصنیف سیاست نامہ میں لکھتے ہیں کہ ولایت کا حساب اور مصارف کی تمام مدیں ضبطِ تحریر میں آجانی چاہئیں اور یہ معلوم ہوجانا چاہیے کہ ولایت کی مجموعی آمدنی کیا ہوئی اور اسے کس کس طرح خرچ کیا گیا۔ [1]

مالی استحکام کے پیشِ نظر شہروں میں بھی بیت المال اور خزانے قائم کیے گئے جن کے انتظام و انصرام پر باقاعدہ مہتمم اور دیگر عملہ مقرر تھا اور آمدنی و خرچ کا باقاعدہ حساب رکھا جاتا تھا۔

بلدیاتی مصارف کی مدوں میں سماجی بہبود اور رفاہِ عامہ کا پہلو بہت نمایاں ہوتا تھا۔ ابنِ بطوطہ ایک اسلامی شہر کے حاکم اور اس کے طریقۂ خرچ کے متعلق بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ "اپنے بلاد کے خراج یا آمدنی کو اس نے تین حصّوں پہ تقسیم کیا تھا۔ اس میں سے تہائی تو زاویوں اور مدرسوں کے خرچ میں آتا تھا اور تہائی فوجی خرچ اور ایک تہائی میں اپنا اور اپنے بال بچّوں، غلاموں اور خادموں کا خرچ چلاتا تھا۔ اس کی طرف سے ہر سال بادشاہِ عراق کو ہدیہ بھیجا جاتا تھا اور اکثر خود بھی لے جایا کرتا تھا۔ [2] اس بات کی شہادت ابنِ بطوطہ کے بیان

---

[1] سیاست نامہ خواجہ نظام الملک طوسی (اُردو) ص ۸ - ۲۶۷

[2] سفرنامہ ابن بطوطہ (اُردو) حصّہ اوّل ص ۲۱۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے اس طرح بھی ملتی ہے کہ اپنے سفر کے دوران وہ جس شہر میں بھی گیا اس میں زاویے، تکیے، مدرسے، مساجد اور شفاخانے قائم تھے۔ مسافروں کے قیام وطعام کا خاطرخواہ بندوبست ہوتا تھا جہاں نہ صرف مسافروں کو کھانا ملتا بلکہ ان کے سواری کے جانوروں کو چارہ بھی مہیا کیا جاتا تھا۔

مسلمانوں کے زمانہ میں بہت سے ٹیکس اور محصولات ایسے تھے جو آج بھی بلدیاتی اداروں میں رائج ہیں۔ مسلمانوں کے بلدیاتی مالیات کی بنیادیں تسلی بخش اور ٹھوس تھیں۔ ایسی مثال ملنا مشکل ہے کہ بلدیاتی انتظامیہ کو کبھی مالی بحران کا سامنا ہوا ہو۔ اس عہد میں ہر شہر میں رفاہِ عامہ کے کاموں پر ہزاروں روپے خرچ کیے جاتے تھے۔ اسی وجہ سے زراعت کے میدان میں خاطرخواہ ترقی ہوئی۔ نئی نہریں کھودی گئیں۔ تعلیم کی خاطر سکولوں کا اجرا ہوا۔ نئی اور خوبصورت عمارات تعمیر ہوئیں۔

شہروں میں پانی کی فراہمی کا موثر انتظام ہونے لگا۔ صفائی و خوبصورتی اور روشنی پر زور دیا جانے لگا۔ شہروں میں کشادہ سڑکیں، پختہ گلیاں، باغات، پارک، حوض، تالاب اور چشمے تعمیر ہوئے جس سے مملکت کے ہر حصّہ کی شہری زندگی میں نفاست اور ثقافت کا عکس جھلکنے لگا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

The fact is that the local government institutions do not find a place in the period of the Holy Prophet. These institutions were got established in Abbasid Period. Baghdad was the capital of Abbasid dynasty / government where we find an [illegible] and effective system of local government [illegible]

مسلمانوں کا بلدیاتی نظم ونسق

عہدِ رسالت ﷺ میں اسلامی معاشرہ ابھی استحکام پذیر نہ ہوا تھا۔ یہاں تک کہ قرآنِ کریم نے بھی ابھی کتابی شکل اختیار نہ کی تھی لیکن اس عہد میں خود حضور ﷺ کی زیرِ نگرانی اسلامی نظامِ سلطنت کی بنیادیں استوار ہونا شروع ہو گئی تھیں۔ خلافتِ راشدہ کا عہد بھی گو فتوحات اور اسلامی معاشرے کی تشکیل پذیری کا دور ہے؛ تاہم اس میں عہدِ نبوی ﷺ میں قائم ہونے والی تمدّنی و انتظامی روایات کو تقویّت دی گئی۔ اور ان میں خاطر خواہ اضافے بھی ہوئے۔ حضرت عمرؓ کا عہد اس لحاظ سے بہت اہم ہے جس میں ایک طرف تعمیر و ترقی کا آغاز ہوا اور دوسری طرف حکومت کے کئی محکموں کی داغ بیل پڑی۔

عہدِ بنو امیہ میں نظامِ حکومت میں مزید توسیع ہوئی اور کئی نئے محکمے وجود میں آئے۔ اس عہد میں منجملہ دیگر تمدّنی و تہذیبی سرگرمیوں کے شہروں میں آب رسانی پر خاص توجّہ دی گئی۔ اور اس مقصد کے لیے خطیر رقوم صرف ہوئیں۔ دمشق جو اس وقت سلطنت کا دارالخلافہ تھا اُس کا نظامِ آب رسانی دُنیا بھر میں مثالی تھا۔

عباسی عہد ہر قسم کی تعمیر و ترقی کے لحاظ سے بہت اہم ہے۔ اس وقت تک فتوحات کا سلسلہ ختم ہو چکا تھا اور اسلامی سلطنت بھی مستحکم ہو چکی تھی۔ اس عہد میں ہر شعبۂ حیات میں ترقی ہوئی اور ایک مؤثر بلدیاتی نظام کی تشکیل ہوئی۔ بغداد میں جو کہ عباسیوں کا پایۂ سلطنت تھا ایک مثالی بلدیاتی نظم و نسق

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

Besides Bagdad Andalus was the cosmopolitan in matters and in field local government is Andalus working effectively and smoothly there were 380 municipalities

چل رہا تھا۔ جہاں کئی سرکاری محکمے اور عہدیدار کام کر رہے تھے۔ مرکزی صدر مقام کے علاوہ ہر شہر کا اپنا نظام تھا۔ یہ بھی دیکھنے میں آتا ہے کہ بلدیاتی نظم و نسق کے لحاظ سے اسلامی شہروں میں یکسانیت پائی جاتی تھی۔ [1]

Andalus in the period of Abdul Rahman III

بغداد کے بعد اسلامی تہذیب و تمدّن کا دوسرا اہم مرکز اندلس تھا۔ اندلس اپنی بلدیاتی روایات میں بغداد سے بھی چار قدم آگے تھا۔ قرطبہ اور اندلس کے دوسرے شہروں میں ایک موثّر بلدیاتی نظام اپنی پوری توانائی کے ساتھ قائم تھا۔ ایک مورّخ تو یہاں تک لکھتا ہے کہ عبدالرحمٰن ثالث کے عہد میں اندلس میں ۳۸۰ میونسپلٹیاں تھیں جن کا طریقہ وہی تھا جو موجودہ دور کی میونسپلٹیوں کا ہے البتّہ ان کا حُسنِ انتظام آج کل سے کہیں زیادہ اچھا تھا۔ [1]

شہروں کے علاوہ مسلمانوں کے زمانہ میں دیہاتوں میں بھی بلدیاتی روایات قائم ہو چکی تھیں۔ اس زمانہ میں گاؤں میں جو بلدیاتی امور انجام پاتے تھے ان میں دیہاتیوں کی جان و مال کی حفاظت، حکومت کے لیے واجبات کی وصولی، بچّوں کی تعلیم اور دیہات کی صفائی شامل ہوتی تھی۔ [2]

آج کل کی طرح مرکزی حکومت کے تمام محکمے اور ان کے اعلیٰ حکام مرکزی صدر مقام میں کام کرتے تھے۔ محکمے کو دیوان کہا جاتا تھا، جیسے دیوالجند (محکمہ فوج) دیوان الشرطہ (محکمہ پولیس) اور دیوان البرید (محکمہ ڈاک) وغیرہ۔ تمام مملکت صوبوں میں منقسم تھی۔ ہر صوبہ والی یا امیر کے ماتحت ہوتا تھا۔ صوبہ کے تمام محکمے صوبائی صدر مقام میں واقع ہوتے تھے۔ ہر صوبہ اضلاع اور ہر ضلع تحصیلوں میں منقسم تھا۔

1. تاریخ اندلس: عبدالقوی ضیاء P. 467

[1] تاریخ اندلس۔ عبدالقوی ضیاء صہ ۴۶۷

[2] آئینِ عرب۔ ڈاکٹر حسینی صہ ۱۲۸

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خلیفہ یا رئیس الحکومت مملکت اسلامیہ میں اور صوبائی والی اپنے صوبہ میں رفاہِ عامہ کے کاموں میں ایک مقدس فریضہ سمجھ کر دلچسپی لیتے تھے اور رفاہِ عامہ کے بہت سے کام ان کی نگرانی میں انجام پاتے تھے۔ ایک مصنف رئیس الحکومت کے فرائض گنواتا ہوا بیان کرتا ہے کہ روئے زمین پر تعمیر و تمدن کے واجبات کو پورا کرنا، زراعت کی توسیع، شاداب درختوں، باغوں اور چمن زاروں کی آبیاری، شہروں کا قیام، آبادیوں اور مکانوں کی تشکیل، نہروں کا اجراء اور خوشحال زندگی کی تکوین[1] اس کے عمرانی فرائض میں شامل ہے۔ صوبہ میں انتظامی و دیگر فرائض کے علاوہ والی بھی رفاہِ عامہ کے کام انجام دیتے تھے۔ انہوں نے نہریں نکلوائیں، سڑکیں بنوائیں، پُل تعمیر کروائے، کالج کھولے، کارواں سرائے اور سرکاری عمارات اپنی نگرانی میں تعمیر کروائیں۔

بلدیاتی نظم و نسق کے لحاظ سے عمومی طور پر رئیس الحکومت اور صوبائی والی کی حیثیت وہی تھی جو آج کل صدرِ مملکت اور صوبائی گورنر کی ہے، ورنہ ہر شہر کا اپنا نظام تھا اور اس لحاظ سے ہر چھوٹا بڑا شہر خود مختار تھا۔ ہر شہر میں والیٔ شہر مقرر تھا جس کے ماتحت شہر کے محکمے اور عہدے دار کام کرتے تھے۔ سرکاری عہدے داروں میں قاضی، محتسب، کوتوال اور عاملِ محصولات خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ میونسپل فرائض کی انجام دہی زیادہ تر انہی کے گرد گھومتی تھی۔

یہ بیان کر دینا بے محل نہ ہو گا کہ اسلامی شہروں کے نظم و نسق میں نیابتی اور انتخابی عنصر بھی موجود تھا، جیسے کہ آگے بیان کیے گئے مختلف مصنفوں اور مؤرخوں کے بیانات سے ظاہر ہے۔

---

[1] اسلام کا نظام حکومت۔ مولانا حامد الانصاری غازی صہ ۲۷۴

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

In Islamic Local Government System, we find various functionaries:
(1) Qadi or Municipal Magistrate.
(2) Muhtasib.
(3) Kotwal
(4) ...
(7) Education Officers

انتظامی پہلو

مسلمانوں کے زمانہ میں سلطنتِ اسلامیہ کے شہر مختلف امور کی انجام دہی میں آزاد تھے۔ بلدیاتی لحاظ سے شہر کا انتظامی سربراہ امیر یا والی ہوتا تھا جس کے ماتحت مختلف عمّال و حکّام کام کرتے تھے۔ ان میں قاضی، محتسب، کوتوال، عامل، مہندسین، معلّمین اور اطبّاء سرِفہرست تھے۔ ان کی حیثیت میونسپل اختیارات کی انجام دہی کے لحاظ سے انتظامی و فنّی افسران کی ہوتی تھی۔ ایک مورخ محتسب کے اختیارات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ فی زمانہ محتسب کے بعض اختیارات میونسپل سیکرٹری، ہیلتھ آفیسر، پولیس اور شعبۂ انسدادِ ظلمِ حیوانات کے تحت میں داخل ہیں۔ [۱]

حاکم شہر یا شہری کونسل کی طرف سے جو بلدیاتی فرائض تفویض ہوتے تھے ان کی تعمیل کرنا اور کرانا انہی انتظامی افسران کی ذمّہ داری ہوتی تھی، اگرچہ کہ ان افسران کے فرائض کا تعیّن کرنے کے لیے کوئی مجموعہ یا ضابطۂ قوانین نہ تھا لیکن ان کے فرائض میں سلطنتِ اسلامیہ کے طول و عرض میں یکسانیت پائی جاتی تھی۔

گوناگوں بلدیاتی فرائض کی انجام دہی کے لیے جو محکمے یا دیوان کام کرتے تھے ان میں سے مندرجہ ذیل بہت اہم ہیں:۔

۱۔ امارت

۲۔ شعبہ (دیوان) الشوریٰ

۳۔ شعبہ قضا

---

[۱] البرامکہ۔ مولانا عبدالرزاق کانپوری صہ ۲۰۹

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۴۔ شعبۂ احتساب

۵۔ شعبۂ محصولات

۶۔ شعبۂ تعلیم

۷۔ شعبۂ مہندسین (انجینئرنگ ڈیپارٹمنٹ یا برانچ)

۸۔ دیوان الشرطہ (پولیس)

۹۔ صیغہ صحت

۱۰۔ شعبۂ باغات (ہارٹیکلچر یا گارڈننگ)

یہ شعبے مذکورہ بالا بلدیاتی عمّال و حکّام کے ماتحت تھے جن کی مدد اور اعانت کے لیے عملہ بھی مقرر ہوتا تھا۔ بعض اوقات ایک افسر کے ماتحت ایک سے زیادہ محکمے کام کرتے تھے۔ اگلے صفحات میں ہم نے ان انتظامی افسروں اور ان کے عہدوں کا ذکر کسی قدر تفصیل سے کیا ہے۔

مختلف بلدیاتی فرائض انجام دینے میں شہری کونسلوں کو کافی حد تک عمل دخل ہوتا تھا جن کے ارکان حکومت کے نامزد کردہ ہوتے لیکن ان کا صدر ارکان میں سے منتخب ہوتا تھا۔ تمام شہر وارڈوں میں منقسم تھے جن کو محلے کہا جاتا تھا۔ ہر وارڈ میں محلّہ (وارڈ) کونسل کام کرتی تھی۔ یہ کونسل مختلف انتظامی و دیگر امور میں انتظامیہ کی مدد کرتی۔

مملکتِ اسلامیہ میں کئی بندرگاہیں تھیں جہاں روزانہ ہزاروں کی تجارت ہوتی تھی۔ بندرگاہوں کا بلدیاتی انتظام تجارتی شہروں کے انتظام سے ملتا جلتا تھا سوائے اس کے کہ بندرگاہوں پر حکومت کی نگرانی ذرا کڑی ہوتی تھی اور اہم بندرگاہوں کے نظم و انتظام کے لیے خلفاء کو خاص انتظامات کرنا پڑتے تھے۔ عدن، سراف، بصرہ، دیبل اور ہرمز مشہور بندرگاہیں تھیں۔ ہر بندرگاہ والے شہر کا ایک والی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوتا تھا جس کے ماتحت دیگر کئی انتظامی و مالی افسر متعین تھے۔ میٹروپالیٹن شہر جن کو امصار کہا جاتا تھا رئیس الحکومت کی بلا واسطہ نگرانی میں ہوتے تھے۔

شہروں کے علاوہ دیہی علاقوں میں بھی مقامی حکومت کی روایات قائم ہو چکی تھیں۔ قبائلی معاشرے میں ہر قبیلے کا ایک حکمران یا شیخ ہوتا تھا جو کہ پیدائشی نجابت، پیرانہ سالی اور دیگر ذاتی خوبیوں کی بنا پر منتخب کیا جاتا اور قبیلہ کے ارکان کے مابین سب جھگڑے وہی نمٹاتا تھا۔

دیہات میں سب سے اہم بلدیاتی فریضہ اہل دیہہ کی جان و مال کی حفاظت، حکومت کے لیے مالیہ اکٹھا کرنا، بچوں کی تعلیم اور گاؤں کی صفائی سے متعلق تھا۔ صاحب الاحداث یا صاحب الشرطہ اہلِ دیہہ کی حفاظت اور نگرانی کا کام کرتا تھا اور رئیسِ دیہہ (عریف) گاؤں میں اس کا نمائندہ ہوتا تھا۔ وہی تمام مالیہ اکٹھا کرتا اور سرکاری خزانہ میں جمع کرواتا تھا۔ کئی لحاظ سے وہ گاؤں کا سربراہ تھا۔ علاقہ کے رواج کے مطابق گاؤں کے لوگ اس کا انتخاب خود ہی کرتے۔ گاؤں کے چھوٹے موٹے جھگڑوں کے فیصلے وہی کرتا تھا۔ علاوہ ازیں فریقین اپنے جھگڑے بھی ثالثی کے لیے اس کے پاس لے جاتے۔

ہر گاؤں ریاست کی ایک علیحدہ اکائی سمجھا جاتا تھا اور حکومت کی اتھارٹی کے سامنے جوابدہ تھا؛ تاہم گاؤں کے مختلف امور وہاں کے باشندے خود ہی انجام دیتے۔ حکومت دیہی کونسل یا اہلِ دیہہ کی اسمبلی کی نگرانی کرتی تھی۔

دیہی کونسلوں کے فرائض میں شادی، زمین، مالیہ، کھیتوں کو پانی دینے کے متعلق تنازعات کے فیصلے کرنا، برادری کے باہمی اختلافات نمٹانا، حفاظت و نگرانی، مدرسہ کے اجراء سے تعلیم کا قیام، بھنگیوں کے تعین سے صفائی کا انتظام، رفاہِ عامہ کے کام، غرباء کی امداد، تہواروں کا قیام اور سیر و تفریح

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا بندوبست شامل ہوتا تھا۔

چھوٹے چھوٹے تنازعات کے فیصلے تو گاؤں کا سربراہ خود کرتا تھا، لیکن اہم مقدمات کے فیصلے وہ دیہی کونسل کے مشورے سے کرتا تھا۔ دیہی کونسل کے فیصلوں کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا اور کسی میں جرأت نہ ہوتی تھی کہ اس کے فیصلوں کو نظر انداز کر سکے۔ دیہی کونسل کے سامنے فریقین میں سے کسی کو جھوٹ بولنے کی ہمت نہ تھی، اس لیے اسے صداقت اور سچائی تک پہنچنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آتی تھی۔ دیہی کونسل کے سامنے نالش کرنے کے لیے کسی قسم کی فیس نہ ادا کرنا پڑتی، اس لیے فریقین کو صحیح اور سستا انصاف ملتا تھا۔

ہر گاؤں اہلِ دیہہ اور اردگرد کے علاقہ کی حفاظت کا ذمّہ دار ہوتا تھا۔ اس مقصد کے لیے مقامی لوگوں میں سے چوکیدار مقرّر کیے جاتے جو کہ بطور پولیس کام کرتے تھے اور ان کو باقاعدہ تنخواہ دی جاتی۔ اردگرد کی شاہراہوں پر مسافروں کی نگہبانی و حفاظت کی ذمّہ داری بھی گاؤں والوں پر ہوتی تھی۔ اگر چوری یا ڈاکہ زنی کے واقعہ سے کوئی شخص اپنی کسی چیز سے محروم ہو جاتا تو پولیس کے اہلکار اور گاؤں کا سربراہ اس کے ذمّہ دار ٹھہرتے اور ان کو نقصان پورا کرنا ہوتا۔ ؎

؎ سلطنتِ عربیہ کا آئین۔ ڈاکٹر ایس۔ اے۔ کیو حسینی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امیرِ شہر

مسلمانوں کے زمانہ میں سلطنتِ اسلامیہ کے ہر شہر میں امیرِ شہر یا "امیر الشہر" مقرر ہوتا تھا جس کو والی یا حاکم بھی کہا جاتا تھا۔ مغربی زبانوں کا لفظ میئر غالباً اسی کی مغربی شکل ہے۔ جس طرح امیر البحر سے ایڈمرل اور الکیمیا سے کیمسٹری بنا۔ یہ امیرِ شہر کی انتظامیہ کا سربراہ ہوتا تھا۔ انتظامی اور دیگر فرائض کی بجا آوری کے علاوہ میونسپل فرائض کی انجام دہی بھی اس کے احاطۂ اختیار میں تھی۔ ان فرائض کی بجا آوری میں وہ بعض دوسرے عہدیداروں سے بھی مدد لیتا۔ اس کی حیثیت آج کل کے رئیسِ بلدیہ کی ہوتی تھی، لیکن اپنے عہدہ اور اختیارات کے لحاظ سے وہ ہمارے ہاں کے میئروں اور چیئرمینوں سے کہیں زیادہ با اختیار تھا، کیونکہ شہر کے تمام محکمے، ادارے اور اہلکار اس کے ماتحت کام کرتے تھے۔ صوبائی صدر مقاماتی شہروں میں اکثر اوقات والئ صوبہ ہی والئ شہر کے فرائض بھی انجام دیتا تھا۔ بڑے شہروں مثلاً بغداد وغیرہ میں بھی بعض دفعہ ایک سے زیادہ والی مقرر کیے جاتے تھے۔

اس عہدہ پر قابل، ایماندار اور خدا ترس لوگوں کو تعینات کیا جاتا تھا۔ خواجہ نظام الملک طوسی اپنی مشہور کتاب "سیاست نامہ" میں امیر کے تقرر کے متعلق لکھتے ہیں کہ جب کسی خاص شہر اور اس کے نواحی علاقہ کے انتظامات کسی افسر کے سپرد کیے جائیں تو اس کی خوب تحقیقات کی جائے اور اس بات کا لحاظ رکھنا چاہیے کہ شہر جس آفیسر کے سپرد کیا جا رہا ہے 'وہ مخلص' دیانتدار، دیندار اور متقی بھی ہے۔ خواجہ طوسی مزید لکھتے ہیں کہ بحیثیت رئیسِ شہر کے اس کا

In the big cities Ameer-ul-Shahr (امیر الشہر) was the incharge of municipal affairs. He was also called Wali or Hakim. Ameer-ul-Shahr may be equivalent to modern 'Mayors' of Corporations. He used to control all other departments as well.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرض ہے کہ عامل، قاضی، کوتوال اور تمام چھوٹے بڑے کے حالات سے واقفیت رکھے۔ ؎۱

شاہ ولی اللہ دہلویؒ جو کہ متاخرین مفکّرینِ اسلام میں سے ہیں، اس عنوان کے تحت کہ نقیب اور حاکمِ شہر کو کن اوصاف سے متصف ہونا چاہیے لکھتے ہیں:

"ناظمِ مدینہ یعنی حاکمِ شہر کے لیے ضروری ہے کہ وہ تجربہ کار ہو اور اس میں انتظامی قابلیّت پائی جاتی ہو۔ اس کو پورا پورا علم ہو کہ کون سی باتیں فساد اور اختلال کا موجب ہیں اور کن باتوں سے ان کی اصلاح ہو سکتی ہے۔ ایسے شخص کے لیے ضروری ہے کہ وہ قانون اور اصول کا سخت پابند ہو اور حلیم الطبع، بردبار اور سنجیدہ مزاج ہو، لیکن جب اس کو کوئی ناپسندیدہ بات نظر آئے تو وہ چشم پوشی کر کے اس سے درگزر نہ کرے۔" ؎۲

امام ابوالحسن ماوردی نے امیر یا والی کے عہدہ اور اختیارات پر تفصیلی اور مبسوط بحث کی ہے۔ وہ امارت کو امارتِ عامہ بالتقرر، امارتِ عامہ بالاستیلاء اور امارتِ خاصہ میں تقسیم کرتے ہیں۔ امارتِ عامہ بالتقرر کی صورت میں خلیفہ یا رئیس الحکومت اپنے اختیارات سے کسی شہر یا علاقہ کا امیر مقرر کرتا تھا۔ امام موصوف نے یہ سات چیزیں اس کے فرائض میں شامل کی ہیں ؎۳

۱۔ فوج کا نظم و انتظام

۲۔ احکامِ سلطنت کو نافذ کرنا اور اس کے لیے قاضی اور دوسرے حکّام مقرّر کرنا۔

؎۱ سیاست نامہ۔ خواجہ نظام الملک طوسی (نفیس اکیڈیمی کراچی) صہ ۸۲

؎۲ حجۃ البالغہ۔ شاہ ولی اللہ دہلویؒ صہ ۲۹۷

؎۳ احکام السلطانیہ۔ امام ابوالحسن ماوردی صہ ۶۰

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

m lentious acts are committed by the local government distribution

۳۔ مال گزاری وصول کرنا اور صدقات جمع کرنا۔ اس کے کارندے مقرر کرنا اور پھر ضرورت کے مطابق خرچ کرنا۔ بیت المال کی تشکیل اور نظام۔

۴۔ دین کی حمایت اور مذہب کی حفاظت اور رعایا کے جان ومال کی نگرانی۔

۵۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد کو قائم کرنا۔ نماز کی امامت کرنا یا اس کے لیے اپنا نائب مقرر کرنا۔

۶۔ اپنے علاقہ کے حاجیوں اور اپنے علاقہ سے گزرنے والے حاجیوں کو سفر کی سہولتیں بہم پہنچانا۔ اگر اس کا شہر یا علاقہ سرحد پر واقع ہے تو یہ آٹھواں فرض بھی اس کے اختیارات میں شامل ہوگا کہ وہ دشمنوں سے جہاد کرے اور جہاد میں حاصل ہونے والے مالِ غنیمت کو شرع کے مطابق تقسیم کرے۔

علامہ موصوف کے مطابق امارت بالاستیلاء کی یہ صورت ہوگی کہ کوئی شخص اپنی قوت سے کسی علاقہ یا شہر پر غلبہ حاصل کرلے اور خلیفہ یا رئیس الحکومت اس کی امارت کو تسلیم کرکے تمام انتظامی وسیاسی اختیارات تفویض کردے۔ یہ امیر بھی اپنے شہر یا علاقہ کا سربراہ ہوگا۔

امارتِ خاصہ کے ضمن میں وہ لکھتے ہیں کہ اگر کسی شخص کو محدود اختیارات کے ساتھ امیر مقرر کیا جائے تو ایسی امارت امارتِ خاصہ کہلائے گی اور اس امارت کے حامل شخص کے اختیارات امارتِ عامہ سے کم ہوں گے۔

امام ماوردی مزید لکھتے ہیں کہ اگر ان امیروں کو کوئی ایسی بات پیش آئے جو ان کے اختیاراتِ مفوضہ میں مذکور نہیں ہے تو ایسی شکل میں کارروائی کرنے سے پہلے انہیں چاہیے کہ وہ امام سے ان کی روئداد لکھ کر حکم حاصل کریں اور پھر اس کی ہدایت کے مطابق عمل کریں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امارتِ عامہ کی شرائطِ تقرر کا ذکر کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں کہ اس امارت کے تقرر میں وہی شرائط ہوں گی جو وزارتِ تنفیذ کی ہیں مگر دو شرطیں اس امارت میں زیادہ ہوں گی، یعنی اسلام اور حریت، وزارتِ تنفیذ کا ذکر کرتے ہوئے ایک دوسرے باب میں فرماتے ہیں کہ اس عہدہ کے لیے سات صفات کے وجود کا لحاظ کیا جائے گا۔ ایک امانت تاکہ جو بات اس سے کہی جائے اس میں خیانت نہ کرے۔ اور جس خیر خواہی کی اس سے توقّع کی گئی ہے اسے ملوّث نہ کر دے۔ دوسرے صدق لہجہ تاکہ ہر قسم کے احکام میں اس پر پُورا بھروسہ کیا جائے۔ تیسرے یہ کہ لالچی نہ ہو۔ اگر لالچی ہوا تو رشوت لے کر جنبہ داری کرے گا یا احکام کی تعمیل میں تعویق کر دے گا۔ چوتھے یہ کہ اس میں اور عوام میں کوئی بغض عداوت قائم نہ ہو، کیونکہ عداوت انصاف و عدل دونوں سے روکتی ہے۔ پانچویں یہ کہ مرد ہو تاکہ ہر بات خلیفہ تک پہنچائے اور اس میں جو احکام ملیں انہیں رعایا تک پہنچا دے۔ یہ خلیفہ کے لیے گواہوں کی حیثیّت رکھتے ہیں۔ چھٹے ذکاوت و ذہانت تاکہ وہ خلیفہ کے احکام کو اچھی طرح سمجھ لیں کہ ان پر ان کی غرض وغایت پوری طرح واضح ہو۔ امارتِ عامہ کے لیے جن شرائط کا لحاظ کیا جاتا ہے، ان میں سے امارتِ خاصہ کی شرائط میں ایک شرط کم ہو جاتی ہے اور وہ علم ہے۔

میعادِ عہدہ کے متعلق امام ماوردی لکھتے ہیں کہ اگر امیر کا تقرر خود خلیفہ نے کیا ہے تو خلیفہ کی موت سے امیر معزول نہیں ہو گا، اور اگر اسے وزیر نے مقرّر کیا ہے تو وزیر کے مرنے کی صورت میں وہ امیر خود بخود معزول ہو جائے گا۔ [1]

---

[1] احکام السلطانیہ۔ امام ابوالحسن ماوردی صد ۵۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیوان الشوریٰ

دیوان الشوریٰ کو آج کل کی اصطلاح میں کسی بلدیاتی ادارہ کی اسمبلی یا ایوان سمجھنا چاہیے۔ اس میں شہر کے نمائندے شامل ہوتے تھے جو کہ باہمی صلاح مشورہ سے بلدیاتی امور انجام دیتے تھے۔

شوریٰ کو اسلام میں بنیادی حیثیت حاصل ہے اور اصولِ شوریٰ اسلام کے دینی و دنیاوی دونوں پہلوؤں پر حاوی ہے۔ شوریٰ کی بنیاد قرآنِ مجید کی ان آیات پر ہے:

وَ اَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ۔	اور ان کا کام ان کے درمیان مشاورت ہے۔[1]
وَشَاوِرْهُمْ فِى الْاَمْرِ۔	(اے نبیؐ) آپ معاملات میں ان سے مشورہ کر لیا کریں۔[2]

مفسرین و علماء لکھتے ہیں کہ ان آیات میں جو اصول بیان فرمایا گیا ہے وہ سیاسی زندگی کے تقریباً ہر شعبے پر حاوی ہے اور لفظ "امر" اجتماعی حیثیت کے تمام معاملات سے متعلق ہے۔[3] ظاہر ہے بلدیاتی معاملات اس سے مستثنیٰ نہیں ہو سکتے۔ مولانا حامد الانصاری لکھتے ہیں کہ فاروقِ اعظمؓ نے عورتوں کو بھی حقِ رائے دہی دیا تھا اور وہ معاملات میں ان کی رائے بھی لیتے تھے۔ اس سے

---

[1] سورہ شوریٰ آیت: ۳۸

[2] سورہ آل عمران آیت: ۱۵۹

[3] اسلامی مملکت و حکومت کے بنیادی اصول۔ محمد اسد صد ۷۷-۷۶

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام میں شوریٰ کی اہمیّت واضح ہو جاتی ہے۔

آج جمہوری دور میں جمہوریّت کی اساس رائے عامہ ہے اور شوریٰ کا خاصہ بھی ملکی و اجتماعی معاملات میں رائے عامہ کی دخل اندازی ہے۔ مشہور اسلامی مفکّر ابن خلدون لکھتے ہیں کہ پہلی تہذیبوں کے برعکس اسلام نے سب سے پہلے رائے عامہ کو رواج دیا اور انسانیت کو ملوکیت سے جمہوریّت کی طرف گامزن کیا؛ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"عہدِ جہالت میں پورے مُلک پر سلطانی رائے کا تسلّط تھا، لیکن عہدِ اسلام میں رائے عامہ کا رواج ہوا؛ چنانچہ رحمتِ عالمؐ صحابہ کرامؓ سے ہر چھوٹے بڑے ملکی معاملہ میں اور پیش آمدہ مہمات میں مشورہ لیا کرتے تھے"۔ [1]

Ibn Khaldun
defamation
(freedom of opinion)

متقدمین و متاخرین مفسّرین و مفکّرین نے مسلمانوں کے اجتماعی معاملات و ادارہ میں مشاورت اور صلاح مشورہ کی حمایت کی ہے اور قرآن کے احکام سے روشنی حاصل کرتے ہوئے شوریٰ کی اہمیّت واضح کی ہے۔

خلافتِ راشدہ کے زمانہ کے اختتام تک شوریٰ (مشاورت) ملکی زندگی کے مختلف مذہبی وغیر مذہبی معاملات کی بنیاد رہی۔ اس کے بعد ملوکیّت کے زیرِ اثر اس کا ارتقاء اور استحکام تو رُک گیا، لیکن چونکہ اس کی نظریاتی بنیادیں مضبوط تھیں، اس لیے جہاں بھی، جب بھی، جس انداز سے اور جس حد تک بھی ممکن ہوا، اسلامی عہد میں اس اصول سے بلدیاتی سطح پر استفادہ کیا گیا۔ اس سطح پر اس ادارہ کے متعلق ایک مورّخ یوں رقمطراز ہے:

---

[1] مقدمہ ابن خلدون جلد دوم (اردو) صہ ۵۵

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"بہت سے شہروں کا نظم و نسق چلانے کے لیے ممتاز شہریوں پر مشتمل ایک کونسل ہوتی تھی جس کو "دیوان الشوریٰ" کہا جاتا تھا۔ اس کے ممبر حکومت کے نامزد کردہ ہوتے تھے، لیکن کونسل کی صدارت ایک منتخب چیئرمین کرتا تھا جو صدر کہلاتا تھا۔ مشرق میں ہر شہر اپنے امور کی انجام دہی کرنے میں خود مختار تھا۔ ٹیکس وغیرہ شہری خود اکٹھا کرتے تھے اور ایک مقررہ حصّہ حکومت کو ادا کیا جاتا تھا۔ صرف جب ہمسایہ شہروں کے ساتھ کوئی جھگڑا یا اختلاف ہوتا، تو حکومت دخل اندازی کرتی تھی۔" [1]

علاوہ ازیں مختلف پیشوں، قبیلوں اور طبقوں کی نیابت و نمائندگی کے انتظامات بھی موجود تھے۔

مذکورہ بالا مصنف لکھتا ہے کہ ہر تجارتی شہر میں تاجروں کی انجمنیں ہوتی تھیں جو کہ اس شہر کے تجارتی کاروبار کی نگرانی کرتیں اور دھوکہ دہی کے واقعات کی روک تھام کرتی تھیں۔ اس انجمن کا صدر شہر کا ممتاز تاجر ہوتا تھا جو کہ "رئیس التجار" کہلاتا تھا اور اراکین انجمن "امین" کہلاتے تھے۔ اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ شہری نظم و نسق چلانے اور تجارت و دیگر سماجی تعلقات قائم کرنے میں شہر آزاد تھے، اور حکومت کے بہت سے امور مثلاً ٹیکس اکٹھا کرنا، امنِ عامہ کا قیام، عدل و انصاف کا قیام، تجارت اور کاروباری سرگرمیوں کو منضبط کرنا اور شہری و بلدیاتی سہولتوں کی دیکھ بھال شہری خود ہی کرتے تھے۔

یہی مورّخ بغداد کے نظم و نسق کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ شہر میں بسنے والی مختلف قوموں میں سے ہر ایک کا اپنا رئیس (قائد) اور قاضی ہوتا تھا۔

---

[1] عربوں کا نظامِ حکومت۔ ڈاکٹر ایس۔ اے کیو حسینی صہ ۲۵۱ و مختصر تاریخ اسلام مصنفہ امیر علی صہ ۴۲۰ - ۴۲۱ -

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ حکومت کے ہاں اپنے قبیلے کی نیابت یا نمائندگی کرتا تھا اور شہر میں باہر سے آنے والا مسافر اپنے قبیلہ یا قوم کے قائد سے کسی معاملہ میں امداد یا مشورہ کے لیے درخواست کر سکتا تھا۔ یہ قبائلی قائد اپنی قوم کے افراد کی راست روی کا ذمہ دار ہوتا تھا۔ [1]

ایک دوسرا مصنف یوں رقمطراز ہے: [2]

مقامی حکومت کے نقطۂ نظر سے یہاں یہ بیان کر دینا بھی بہت اہم ہے کہ مختلف شہروں میں جمہور کے نمائندے ہوتے تھے۔ رئیس یا شحنہ اس بات کا ذمہ دار ہوتا تھا کہ وہ مختلف تقریبات کے موقع پر اپنے جمہور کی نمائندگی کرے اور اپنے اہلِ شہر تک شاہی احکامات پہنچائے۔ ہر محلّے اور بازار میں ایک منتخب نمائندہ ہوتا تھا جس کا کام اس بات کا اطمینان کرنا ہوتا تھا کہ رئیس کے احکامات پر عمل ہوا ہے یا نہیں۔ مرکزی یا صوبائی دارالخلافہ کے علاوہ دوسرے شہروں میں صوبے یا ضلع کے چھوٹے حکّام رہتے تھے جو کہ وہاں اپنے محکمہ سے متعلق فرائض انجام دیتے تھے۔

تمام شہر وارڈوں میں منقسم تھے جن کو محلّے کہا جاتا تھا۔ ہر وارڈ میں ایک وارڈ کونسل کام کرتی تھی جس کے تمام ارکان منتخب ہوتے تھے۔ اس کونسل کا صدر اس کے ارکان میں سے ہی منتخب کیا جاتا تھا۔ شہروں کے علاوہ دیہاتی علاقوں میں دیہی کونسلیں موجود تھیں۔ یہ کونسلیں دیہات کے ممتاز لوگوں پر مشتمل ہوتی تھیں جو کہ اپنی اقتصادی حالت، عمر رسیدگی، تجربے اور دوسری صفات کی بنا پر منتخب کیے جاتے تھے۔ انتخابات خفیہ ووٹوں کی بجائے باہمی بحث وتمحیص

---

[1] عربوں کا نظامِ حکومت۔ ڈاکٹر ایس۔ اے۔ کیو حسینی ص ۲۵۱ ومختصر تاریخ اسلام مصنفہ امیر علی ص ۴۲۱

[2] پبلک فنانس ان اسلام، مصنفہ ایس۔ اے۔ صدیقی ص ۲۰۶

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے فیصلہ کے بعد عمل میں آتے تھے۔

قاضی، محتسب، کوتوال اور عامل وغیرہ کی حیثیت میونسپل اختیارات کی انجام دہی کے لحاظ سے انتظامی افسران کی ہوتی تھی۔ ایک مورخ محتسب کے اختیارات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ فی زمانہ محتسب کے بعض اختیارات میونسپل سیکرٹری، ہیلتھ آفیسر، پولیس کے اختیارات اور ایکٹ ظلم حیوانات کے تحت میں داخل ہیں[1]۔ حاکم شہر یا شہری کونسل کی طرف سے جو بلدیاتی فرائض تفویض ہوتے تھے، ان کی تعمیل کرنا اور کرانا انہی انتظامی افسران کی ذمہ داری ہوتی تھی، اور ان کے فرائض میں سلطنت اسلامیہ کے طول و عرض میں یکسانیت پائی جاتی تھی۔

---

[1] البرامکہ۔ مولانا عبدالرزاق کانپوری صہ ۲۰۹

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قاضی

قاضی کا عہدہ رسولِ اکرمؐ کے زمانہ میں وجود میں آ چکا تھا جو کہ مابعد کے زمانوں میں بھی موجود رہا۔ عباسیوں کے عہد تک جبکہ سلطنت کو استحکام نصیب ہو چکا تھا چھوٹے بڑے شہر میں قاضی مقرر ہوتا تھا۔ مرکزی اور صوبائی صدر مقام کے علاوہ بڑے شہروں میں کئی کئی قاضی ہوتے تھے جن کا تعلق شہر کے مختلف حصوں سے ہوتا تھا۔ یہ قاضی قاضی القضاۃ کے ماتحت کام کرتے تھے۔ قاضی فوجداری اور دیوانی مقدمات کے فیصلے کرنے اور عدالتی افسر ہونے کے علاوہ بلدیاتی افسر کے بعض فرائض بھی انجام دیتا تھا۔ اس کے میونسپل فرائض میں سب سے اہم فرض ناجائز تجاوزات دُور کرنا ہوتا تھا۔ Removing of encroachment -

امام ابوالحسن ماوردی نے قاضی کے تقرر کے لیے مندرجہ ذیل سات شرائط بیان فرمائی ہیں:

۱۔ مرد اور بالغ ہو؛ اگرچہ کہ بعض حالتوں میں عورتوں کا تقرر بھی جائز ہے۔

۲۔ ہوشیار، ذکی الطبع ہو اور سہو وغفلت سے محفوظ رہنے کا ملکہ رکھتا ہو۔

۳۔ غلام نہ ہو۔

۴۔ مسلمان ہو۔

۵۔ صادق القول، امین، پاک دامن، پرہیزگار، شبہات سے محفوظ، خوشنودی وخفگی میں (یکساں) ہو۔ قابلِ اطمینان اور اپنے ہم رتبہ لوگوں کی طرح مروت کو کام میں لانے والا ہو۔

۶۔ اس کی قوتِ سامعہ اور باصرہ سلامت ہو۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۷۔ علومِ شرعیہ کے اصول سے واقفیت اور فروع میں اعلیٰ مہارت رکھتا ہو۔[1]

خواجہ نظام الملک طوسی لکھتے ہیں کہ عہدۂ قضا پر صرف ایسے لوگوں کو مامور کرنا چاہیے جن میں نیکی، زہد و تقویٰ اور شرافت کی صفات ہوں اور متوسط طبقے سے تعلق رکھتے ہوں اور ظلم اور زیادتی سے دُور ہوں۔ جن قاضیوں میں یہ خوبیاں نہ پائی جائیں انہیں اس عہدہ سے ہٹا دینا چاہیے اور زیادہ موزوں آدمیوں کو ان کی جگہ مقرر کر دینا چاہیے۔

قاضیوں کی تنخواہیں اتنی معقول ہونی چاہئیں کہ انہیں کسی قسم کی بددیانتی اور رشوت ستانی کی ضرورت پیش نہ آئے۔[2]

علامہ ماوردی قاضی کے میونسپل فرائض بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ قاضی حلقۂ حکومت کی مصالح کا لحاظ رکھے۔ کسی شخص کو راستوں میں کوئی عمارت وغیرہ نہ بنانے دے، بلا استحقاق بنائے ہوئے سائبان اور عمارت منہدم کرا دے۔[3]

شرعی لحاظ سے قاضی بلا مطالبہ مدعی از خود ہی ناجائز تجاوزات کا نوٹس لے کر کارروائی کر سکتا ہے۔ امام ماوردی نے تجاوزات کو حقوق اللہ میں شامل کیا ہے اور حقوق اللہ کے نفاذ کے لیے کسی مستغیث کی ضرورت نہیں۔

اکثر حالات میں چونکہ محکمہ احتساب بھی قاضی کی ماتحتی میں کام کرتا ہے، اس لحاظ سے بھی قاضی میونسپل فرائض کی انجام دہی میں ایک اہم حیثیت رکھتا تھا۔ چھوٹے شہروں میں ایک ایک قاضی متعین تھا، جبکہ بڑے شہروں میں کئی

۱؎ احکام السلطانیہ۔ الماوردی صہ ۱۱۹ - ۱۱۷

۲؎ سیاست نامہ۔ خواجہ نظام الملک طوسی صہ ۵۲

۳؎ احکام السلطانیہ صہ ۱۲۷

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک قاضی ہوتے تھے جو کہ قاضی القضاۃ کے ماتحت اور نگرانی میں کام کرتے تھے۔ بعض شہروں میں نائب قاضی القضاۃ کا عہدہ بھی موجود تھا۔ تاریخی طور پر یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بعض اوقات ہر وارڈ کے علاقہ پہ ایک قاضی مقرّر تھا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محتسب

بلدیاتی زندگی میں محتسب کا عہدہ بہت اہم تھا۔ اس کا آغاز عباسی عہد میں خلیفہ مہدی کے زمانہ سے ہوا اور بعد میں بھی جاری رہا۔ اس کے فرائض کی مجمل تقسیم یوں کی جا سکتی ہے :

(۱) مذہبی فرائض

(۲) معاشرتی فرائض

مذہبی فرائض میں شرعی اوامر کا نفاذ اور نواہی کا رد ہوتا تھا۔ ان ہر دو قسم کے فرائض پر ذیل میں بحث کی جائے گی۔

امام غزالیؒ محتسب کی شرائطِ عہدہ کے متعلق اپنی مشہور تصنیف کیمیائے سعادت میں لکھتے ہیں کہ محتسب کے لیے تین خصلتوں کا حامل ہوئے بغیر چارہ نہیں۔ یعنی (۱) علم (۲) زہد و تقویٰ (۳) حسنِ خلق۔

دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ (احتساب کا) پہلا رکن محتسب ہے اور اس کی بنیادی شرط اس سے زیادہ کچھ نہیں کہ مکلّف مسلمان یعنی پکا دیندار ہو۔[۱]

امام ابوالحسن ماوردی احکامِ احتساب پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ محتسب میں حسبِ ذیل شرائط ہونی ضروری ہیں۔ حُر، عدل، ذی رائے و ذی عزم اور دین میں متشدّد اور منکرات سے واقف۔[۲]

---

[۱] ص ۴۹۹۔ کیمیائے سعادت۔ حجۃ الاسلام۔ امام غزالیؒ (اردو ترجمہ)

[۲] احکام السلطانیہ۔ ماوردی ص ۲۷۷

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خواجہ نظام الملک طوسی اپنی کتاب سیاست نامہ میں ایک بحث کے دوران لکھتے ہیں کہ ...... محتسب کا عہدہ ایسے شخص کو ملنا چاہیے جو خواص بارگاہ میں ہو یا کوئی معمّر خادم یا ترک ہو جو بالکل بے خوف ہو اور جس کی بیباکی سے کیا خواص، کیا عوام سب ڈریں۔ ایسا ہوگا تو ہر چیز انصاف کی بنیاد پر ہو سکے گی اور اسلام کے احکام مضبوطی سے قائم ہو جائیں گے۔ [1]

محتسب کے بعض اہم فرائض کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

۱۔ مساجد میں اذان و نماز کا انعقاد۔

۲۔ نمازِ جمعہ کا انعقاد۔

۳۔ نمازِ عید کا انعقاد۔

۴۔ سرِعام شرعی منکرات کی روک تھام۔

۵۔ اخلاقِ عامہ کی اصلاح و نگرانی۔

۶۔ قمار بازی و شراب نوشی کی روک تھام۔

۷۔ ماپ تول کے پیمانوں کی جانچ پڑتال اور نگرانی۔

۸۔ راستے کی رکاوٹوں اور تجاوزات کا ہٹانا۔

۹۔ شہری شوارع عام کی نگہداشت۔

۱۰۔ جانوروں پر بے رحمی کی روک تھام

۱۱۔ آجروں کی مزدوروں کے ساتھ بے انصافی کی روک تھام۔

۱۲۔ ہنگامی حالات میں امدادی اقدامات

۱۳۔ بھیک اور گداگری کا انسداد

---

[1] سیاست نامہ۔ خواجہ نظام الملک طوسی۔ صہ ۵۶

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۴۔ ملاوٹ کا انسداد

۱۵۔ قیمتوں پر نگرانی

امام ماوردی محتسب کے فرائض بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ محتسب منکرات کی بندش کے لیے پولیس طلب کر سکتا تھا اور کچہری بھی لگاتا تھا لیکن محتسب کے ہاں بطور عدالتی افسر کے جو دعوے سُنے جاتے تھے وہ تین قسم کے تھے۔

(i) ناپ تول میں کمی کا دعویٰ۔

(ii) مبیع یا ثمن میں دخل اور کھوٹ (ملاوٹ) کا دعویٰ اور

(iii) واجب الادا دین کو باوجود قدرت کے نہ دینے اور ٹالنے کا دعویٰ

بطور عدالتی افسر کے محکمہ قضا سے محتسب کے عہدہ کا موازنہ کرتے ہوئے امام موصوف کہتے ہیں کہ جن دو باتوں میں محکمہ احتساب محکمہ قضا سے کم ہے ان میں سے پہلی بات یہ ہے کہ محتسب کو عام دعووں کی سماعت کا حق نہیں۔ منکراتِ ظاہری کے علاوہ عقود معاملات، حقوق و مطالبات کے تمام دعوے محتسب کے اجلاس میں نہیں کیے جائیں گے نہ وہ اس قسم کے دعووں میں احکام نافذ کرنے کا مجاز ہوگا۔ پھر یہ کہ محکمہ احتساب کی کارروائی ان امور میں نافذ ہوتی ہے جن کا اعتراف مجرم کرے لیکن جن امور میں طرفین انکار و تجاہر کریں ان میں محکمہ احتساب کو ہاتھ ڈالنا جائز نہیں۔ محتسب تلاش و تجسّس کرکے خود بھی ایسے مقدمات پکڑ سکتا تھا جن کا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے تعلّق ہو۔ یہ ضروری نہیں کہ کوئی آ کر دعویٰ کرتا۔ اس کے برعکس قاضی ایسا نہیں کر سکتا تھا۔ وہ اس وقت مقدّمہ سُنتا جب کوئی دعویدار عدالت میں آکر دادخواہ ہوتا۔ اس بحث سے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ آج کل محتسب کے اس قسم کے فرائض بلدیاتی (میونسپل) مجسٹریٹ انجام دیتے ہیں۔

Similarity with Municipal Magistrate

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام موصوف مزید لکھتے ہیں کہ اگر ایک طرف وہ انسدادِ بے رحمی مویشیاں کا انچارج تھا تو دوسری طرف بھٹکے ہوئے جانوروں کی کفالت (کیٹل پاﺅنڈ) کا بھی ذمّہ دار تھا۔ کھوٹ اور ملاوٹ کے خلاف اقدام اور ان واقعات کے خلاف اقدام بھی محتسب کرتا تھا۔ بہبودیٔ مزدوراں کا محکمہ بھی بلدیاتی شعبہ تھا اور محتسب کے فرائض میں شامل تھا کہ اگر کوئی شخص اجیر پہ زیادتی کرے مثلاً اجرت کم دے یا کام زیادہ لے تو محتسب ایسا کرنے سے روک سکتا تھا۔ اس کے برعکس اگر زیادتی اجیر کی طرف سے ہو تو بھی وہ دخل اندازی کر سکتا تھا۔

اس کے پاس جانوروں پر بے رحمی کا انسداد کرنے کے اختیارات تھے۔ یہ دیکھنا بھی اس کے فرائضِ منصبی مین شامل تھا کہ جانوروں پہ زیادہ بوجھ تو نہیں لادا جاتا اور ان سے ان کی استطاعت اور استعداد سے زیادہ کام تو نہیں لیا جاتا۔ پینے کے پانی کے انتظامات شہر کی فصیلوں، مسافروں کی سہولت کی نگہداشت اور سرکاری عمارات کی دیکھ بھال کرنا بھی اس کا کام تھا۔ وہ شوارع عام کی نگرانی بھی کرتا تھا اور خطرناک عمارات کو گرانے کا حکم بھی دے سکتا تھا۔ ہمسایے کی پردہ داری اور تعمیر کی حفاظت کے پیشِ نظر وہ عمارات کی اونچائی کی حد بندی کر سکتا تھا۔ وہ تکلیف دہ امور کی روک تھام کے لیے بھی حکم جاری کرتا تھا اور شہریوں کی آسائش کے پیشِ نظر بعض احکام پہ ہر عمل کو بھی روک دیتا تھا۔ جہاں شہر دریا کے کنارے پر آباد تھے، وہ دیکھتا تھا کہ کشتیاں صحیح سالم ہیں اور ان میں زیادہ بوجھ نہیں ڈالا جاتا۔ یہ بھی اس کے فرائض میں شامل تھا کہ وہ دیکھے کہ رات کے وقت سرکاری عمارتوں پر روشنی کا انتظام کیا جاتا ہے یا نہیں۔ شہر کے گلی کوچوں کی صفائی کو دیکھنے کا بھی وہی ذمّہ دار ہوتا تھا۔ منڈیوں کی دیکھ بھال اور اشیاء کے نرخوں کی نگرانی بھی وہی کرتا تھا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور سراؤں کی دیکھ بھال اس کے خاص فرائض منصبی میں تھا۔ غرضیکہ وہ بہت سے بلدیاتی امور انجام دیتا تھا[1] اور ان امور کی انجام دہی کے لیے اس کے پاس مستعد عملہ اور چاک و چوبند کارندے ہوتے تھے جو اکثر اوقات شہر میں گشت کرتے رہتے تھے۔ بعض بڑے شہروں میں ایک سے زیادہ محتسب بھی مقرر تھے۔

www.KitaboSunnat.com

[1] ٹیکسٹ بک آف بیسک ڈیموکریسیز اینڈ لوکل گورنمنٹ ان پاکستان۔ مصنفہ مسعود الحسن صد ۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صاحب الشرطہ

مسلمانوں کے زمانہ میں ہر شہر میں بلدیاتی سطح پر پولیس کا انتظام ہوتا تھا جس کو شرطہ کہا جاتا اور اس محکمہ کا انچارج صاحب الشرطہ کہلاتا تھا۔ پولیس کا کام آج کی طرح جرائم کا انسداد، تفتیش اور مجرموں کو سزا دینا اور دلوانا تھا، لیکن بلدیاتی نقطۂ نظر سے شرطہ کا کام شہر میں نظم و ضبط قائم رکھنا اور رات کو شہر کی نگہبانی ہوتا تھا۔ بلدیاتی اصحاب الشرطہ دارالخلافہ میں متعین پولیس کے اعلیٰ افسر کے ماتحت اور زیرِ ہدایت کام کرتے تھے۔ امویوں کے زمانہ میں اس کو صاحب الاحداث کہا جاتا تھا۔

پولیس دوسرے عہدیداروں مثلاً محتسب اور قاضی وغیرہ کی معاونت بھی کرتی تھی۔ امنِ عامہ کی خاطر ہر سڑک کے کونے پر پولیس کے آدمی کھڑے رہتے جن کو اصحاب الارباع کہا جاتا تھا۔ قرطبہ میں صاحب المدینہ اور صاحب اللیل کا تعلق بھی پولیس کے محکمہ سے تھا۔ لیکن اپنے بعض فرائض و اختیارات کی نوعیت کے لحاظ سے قاضئ شہر کو بھی جوابدہ ہوتے تھے اور نظم و ضبط کے قیام کے علاوہ جرائم کا انسداد کرنا بھی ان کے فرائضِ منصبی میں شامل تھا۔ اصحاب اللیل القائد بھی کہلاتے تھے۔

رات کو شہر کی نگرانی پر مامور عملہ درابون کہلاتا۔ ان کا کام عشاء کی نماز کے بعد شہر کے دروازوں کو بند کرانا اور ان کی حفاظت ہوتا تھا۔ یہ لوگ پوری طرح مسلّح ہوتے اور سدھائے ہوئے کُتّوں کی معیت میں لالٹین اٹھائے گشت کرتے رہتے تھے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کوتوال

یہ بھی ایک اہم بلدیاتی عہدہ تھا جو کہ مسلمانوں کے عہد میں وجود میں آیا۔ کوتوال محکمہ پولیس کے ماتحت ہوتا تھا اور اس کے ذمہ شہری زندگی سے متعلق مختلف فرائض ہوتے تھے۔ یہ عہدہ مشرقِ وسطیٰ کے اسلامی ممالک کے علاوہ اسلامی ہند میں بھی موجود تھا۔

ایک مصنّف لکھتا ہے کہ زمانہ وسطیٰ کے ہندوستان کے اکثر شہروں اور قصبوں میں ہمیں پولیس و بلدیاتی نظام کا امتزاج ملتا ہے جو کہ حکومت کے ایک عہدیدار کوتوال کے ماتحت تھا۔[1] اس عہدہ کا وجود ہندوستان کے مختلف حصّوں میں جہاں بھی مسلمانوں کی حکومت تھی ملتا ہے۔

یہی مصنّف لکھتا ہے کہ کوتوال کے ذمہ شہری نظم ونسق قائم رکھنے اور بدقماش لوگوں کی باز پُرس کرنے کے علاوہ اجنبی مسافروں کی دیکھ بھال، قیمتوں کا کنٹرول، تولنے اور پیمائش کے پیمانوں کی نگرانی اور آگ بجھانے کا کام ہوتا تھا۔

ایک مصنّف مغلوں کے بلدیاتی نظام کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے کہ کوتوال کا عہدہ بلدیاتی نظم ونسق میں ایک کلیدی عہدہ ہوتا تھا۔ کوتوال شہنشاہ کی سند کے تحت تعینات کیا جاتا تھا اور اعلیٰ حیثیت کا مالک ہوتا تھا۔ امنِ عامہ کو قائم رکھنا اس کی اوّلین ذمہ داری تھی جو کہ وہ اپنے گھڑ سوار دستوں، شہری محافظوں اور جاسوسوں کے ذریعہ پوری کرتا تھا۔ شہری زندگی کا تقریباً ہر شعبہ

---

[1] انگریزی عہد سے قبل ہندوستان میں بلدیاتی و مالیاتی نظام (انگریزی) مصنفہ بی۔جی بھٹ ناگر صد ۷۴

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے زیرِ نگرانی آتا تھا۔ شہر کو مختلف وارڈوں میں تقسیم کر کے وہ ہر وارڈ میں میرِ محلّہ مقرر کرتا تھا۔ اس کے پاس تمام مکانوں اور سڑکوں کے اندراج کا رجسٹر ہوتا تھا اور کوتوال ہی قبرستان، مذبحہ خانوں اور بھنگی کالونیوں کے لیے جگہ کا تعین کرتا تھا۔ وہ منڈیوں پر قابو رکھتا، ناپ تول کے پیمانوں کی جانچ پڑتال کرتا اور قیمتوں کی نگرانی کرتا تھا۔ شہر میں تمام ٹیکس بھی وہی نافذ کرتا تھا۔[1]

آئینِ اکبری میں کوتوال کے شرائطِ عہدہ اور فرائض کی تفصیل ملتی ہے۔ اس کتاب کا مصنف لکھتا ہے کہ اس عہدے کے لیے وہ شخص موزوں ہے جو جری، تجربہ کار، ہوشیار و مستعد، بردبار، معاملہ فہم اور نیک خصال ہو۔ کوتوال کے بعض فرائض کا ذکر کرتے ہوئے یہی مصنّف لکھتا ہے کہ کوتوال کو چاہیے کہ آباد مکانوں اور معمور شارع عام کی مکمّل فہرست مرتّب رکھے اور اہلِ شہر کو اپنی ہدایت سے باہمی ہمدردی و اعانت کا خوگر بنائے۔ رعیت کو ایسا باہم شیر و شکر بنا دے کہ شادی اور غم میں ایک دوسرے کے شریک و رفیقِ کار رہیں۔

۲۔ چند مکانات کے مجموعے کو ایک محلہ قرار دے اور ایک سمجھ دار شخص کو میرِ محلہ مقرر کرے اور مسافروں کی آمد و رفت محلے کے دیگر واقعات کا روزنامچہ میرِ محلہ کے دستخط سے اپنے دفتر میں داخل کرے۔

۳۔ اہلِ محلّہ میں سے ایک شخص اور اس کے ساتھ ایک غیر متعلّق شخص کو جاسوس مقرر کرے، لیکن ایک دوسرے کو اس کا علم نہ ہونے دے۔ ان دونوں کی کارروائی پر نگاہ رکھے اور ہوشیاری سے کام لے۔

---

[1] برما، پاکستان اور ہندوستان میں مقامی حکومت خود اختیاری کی اساسیں (بزبانِ انگریزی) مصنفہ ڈاکٹر ایچ۔ ٹنکر صد ۱۷

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۴۔ نووارد مسافروں کے لیے ایک جداگانہ سرائے تعمیر کرائے اور اس میں انہیں قیام کرنے کی اجازت دے اور چند ہوشیار آدمیوں کے ذریعے سے اُن کی بابت علم حاصل کرے۔

۵۔ پیشہ وروں کے ہر طبقے میں ایک کو سرگروہ اور دوسرے کو دلّال مقرر کرے تاکہ بازار کی خرید و فروخت انہی کی نگرانی میں انجام پائے اور ان سے ہمیشہ روزنامچے طلب کرتا رہے۔

۶۔ اس عہدہ دار کو چاہیے کہ شہروں کے مختلف کوچوں کو وسیع کرے اور ان کی ناکہ بندی کا انتظام کرے اور شارع عام کو نجاست و گندگی سے پاک و صاف رکھے۔

۷۔ بازار کے نرخوں میں ارزانی کا خیال رکھے اور کسی کو شہر سے باہر جا کر غلّہ خریدنے کی اجازت نہ دے اور اس بات کا لحاظ رکھے کہ دولت مند اپنی ضرورت سے زائد غلہ نہ خرید کریں۔

۸۔ اوزان و ترازو کی صحت پہ پوری توجّہ کرے۔

۹۔ ایسے فوت شدہ یا لاپتہ اشخاص کا حال جن کا کوئی وارث نہ ہو ضبطِ تحریر میں لائے اور اس کی حفاظت کرے۔

۱۰۔ مرد اور عورتوں کے استعمال کے لیے جدا کنوئیں معین کرے اور اس بات کا لحاظ رکھے کہ دریا پہ گھاٹ بھی ان کے لیے مختلف ہوں۔

۱۱۔ قصاب، صیّاد، غسّال اور مہتروں کو علیحدہ علیحدہ محلوں میں بسائے۔

۱۲۔ قبرستان شہر سے باہر مغرب کی سمت مقرر کرے۔

۱۳۔ مقتل شہر کے باہر مقرر کرے۔

۱۴۔ نوروز کی شب اور انیس فروردین کی رات کو روشنی کا انتظام کرے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۵۔ عید کی رات اور عید کے دن تین تین گھنٹے بعد نوبت بجوائے۔ ؎
مندرجہ بالا فرائض میں سے اکثر فرائض آج کل میونسپل کمیٹیاں اور دوسرے بلدیاتی ادارے انجام دے رہے ہیں۔

؎ آئینِ اکبری (جلد اوّل حصّہ دوم) تصنیف علامہ ابوالفضل۔ ترجمہ مولوی محمد فدا علی صاحب طالب حیدر آباد دکن مطبوعہ ۱۹۳۹ صہ ۵۷۷ - ۵۸۰

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عاملِ محصولات

ہر شہر کے اپنے ذرائع آمدنی اور بیت المال یا خزانہ ہوتا تھا۔ ذرائع آمدنی مختلف محصولات پر مشتمل ہوتے تھے اور ان سے حاصل شدہ آمدنی جو کہ نقدی یا جنس کی صورت میں ہوتی خزانہ میں جمع کی جاتی تھی، کیونکہ اس زمانہ میں بنکاری کا نظام موجود نہ تھا۔ خزانہ کا انتظام ایک مہتمم کے ذمہ ہوتا تھا جو کہ افسرانِ اعلیٰ کی حسب ہدایات کام کرتا تھا۔

امام ماوردی حاکم صدقات یا عاملِ صدقات کے عہدہ کی شرائط بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ وہ حُر، مسلمان اور عادل (نیک چلن) ہو۔ اگر عمال تفویض سے ہو تو مسائل زکوٰۃ کا عالم بھی ہو اور اگر صرف زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے مقرر کیا جائے تو ان مسائل سے ناواقف کا تقرر بھی جائز ہے[1] آگے لکھتے ہیں کہ یہ عہدہ بحیثیت اختیارات کے تین قسم کا ہے۔ پہلی قسم یہ کہ زکوٰۃ کی وصول اور اس کی تقسیم کے اختیارات ہوں ..... دوسری قسم وصول کا اختیار ہو تقسیم کا نہ ہو.... تیسری قسم مطلقاً بلا تعین اختیارات مقرر کیا جائے مثلاً تقسیم کا حکم نہ ہو اس کی ممانعت تو اطلاق کی وجہ سے اس کو وصول و تقسیم دونوں کا اختیار رہو گا۔[2]

شاہ ولی اللہ دہلویؒ حجۃ البالغہ میں عامل کے متعلق لکھتے ہیں کہ اس کا فرضِ منصبی یہ ہے کہ محاصلِ حکومت کی وصولی کا انتظام کرے۔ اس کے لیے

---

[1] احکام السلطانیہ۔ امام ابوالحسن ماوردی صد ۱۹۳

[2] حجۃ البالغہ۔ شاہ ولی اللہ دہلویؒ صد ۲۹۸

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضروری ہے کہ مالی امور کا اس کو پورا تجربہ ہو اور وہ اس قابل ہو کہ اپنے اثر و رسوخ اور تدبّر و حسنِ سلوک سے اپنے فرضِ منصبی کو احسن طریقہ پر انجام دے سکے۔ عامل کی مدد کے لیے کئی عمال، منشی، گواہ اور دیگر عملہ ہوتا تھا۔ اکثر اوقات محصولات کی وصولی میں شہریوں سے بھی مدد لی جاتی تھی۔

ان عہدے داروں کے علاوہ ہر شہر میں مدرّس، اطبّاء، مہندسین، فقہاء اور دوسرے کئی معمورین مختلف بلدیاتی شعبوں میں فرائض انجام دینے پر مامور تھے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بلدیاتی زندگی میں شہریوں کی شمولیت

مسلمانوں کے زمانہ میں شہری بلدیاتی زندگی میں ہر طرح سے شامل تھے۔ وہ نہ صرف شوریٰ کے ذریعہ شہر کے معاملات میں دخل انداز تھے بلکہ شہری منصوبوں، تہواروں اور دوسری تقریبات میں بھرپور حصّہ لیتے تھے۔

تاریخ اس بات کی شہادت مہیا کرتی ہے کہ جب کوئی اہم منصوبہ پایۂ تکمیل کو پہنچتا تھا تو شہریوں کو مدعو کرکے باقاعدہ افتتاح کیا جاتا تھا۔ ایک دفعہ سلیمان بن عبدالملک کی طرف سے متعیّن حاکم مکّہ خالد القسری نے مکّہ میں پانی کی قلّت کے پیشِ نظر ایک پہاڑ کے دامن میں اونچی جگہ پہ ایک بہت بڑا پانی کا تالاب بنوایا جس سے سیسے کی نالیوں کے ذریعے پانی شہر میں لایا جاتا تھا۔ اور جب یہ منصوبہ مکمّل ہوگیا تو اس نے اس کی افتتاحی تقریب میں تمام شہریوں کو مدعو کیا۔[1]

عبدالرحمٰن الناصر نے قرطبہ میں آب رسانی کے لیے ۳۱۹ھ میں ایک نہر مکمّل کروائی۔ جب پہلی بار نہر میں پانی رواں کیا گیا تو اس روز اس نے شاہی محل میں تمام ارباب سلطنت کی دعوت اور ایک بڑی تقریب بھی منعقد کی جس میں مہندسین اور صناعین کو بڑے بڑے انعامات دیے گئے۔[2]

---

[1] عرب ایڈمنسٹریشن مصنفہ ڈاکٹر حسینی۔ صد ۱۵۰

[2] تاریخ اندلس۔ عبدالقوی ضیاء صد ۴۵۳

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علاوہ ازیں مختلف تہواروں اور تقریبات کے مواقع پر شہر میں مشعلیں جلائی جاتیں، چراغاں ہوتا، عبادت گاہیں روشن کی جاتیں، شہر اور بازاروں کو سجایا جاتا اور اس طرح تقریبات کے رنگ کو دوبالا کیا جاتا۔ ساتھ ہی خدا کی بڑائی بیان کرنے کے لیے مساجد میں قرآن خوانی ہوتی، وِرد ہوتے اور درود و سلام کی محفلیں منعقد کی جاتیں۔ ¹

---

¹ سفرنامہ ابن بطوطہ۔ ترجمہ رئیس احمد جعفری (حصّہ اول) صہ ۱۸۱، ۲۲۷

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سماجی و رفاہی پہلو

قرونِ وسطیٰ میں اسلامی شہروں میں اخلاقی رنگ نمایاں ہونے کے علاوہ سماجی و رفاہی پہلو بہت نمایاں تھا۔ ان شہروں میں متعدد مدرسے، مکتب، شفاخانے، تکیے، زاویے، لنگرخانے اور سرائیں قائم تھیں۔ یہ ادارے حکومتی امداد کے علاوہ درد مند اور مخیّر مسلمانوں کے خرچہ سے چلتے تھے۔ ان پر روزانہ ہزاروں روپے خرچ ہو رہے تھے۔ ہر شہر میں مسافروں کی رہائش و قیام کے لیے متعدّد ادارے کام کر رہے تھے جن کا سارا خرچ نجی طور پر شہروں کے لوگ برداشت کرتے۔ بعض لوگ تو سماجی خدمت میں اتنے سرشار تھے کہ اپنی روزانہ کی ساری کمائی خلقِ خدا کی خدمت میں خرچ کر دیتے تھے۔ صرف ترکستان میں دس ہزار کاروان سرائے تھیں جن میں ضرورت مند مسافروں کو نہ صرف کھانا دیا جاتا بلکہ ان کے سواری کے جانوروں کے لیے چارہ بھی مہیّا کیا جاتا تھا۔

اسلام میں تعلیم کی اہمیت کے پیشِ نظر تاریخ اسلام کے ہر دور میں تعلیم کے حصول پر زور دیا گیا۔ یہاں تک کہ اموی دور کے آخر تک سلطنتِ اسلامیہ میں تعلیم عام تھی اور لڑکوں کے برابر لڑکیاں بھی تعلیم حاصل کر رہی تھیں۔ بیماروں اور مریضوں کے لیے ہسپتال اور ڈسپنسریاں تعمیر کی گئیں۔ اس لحاظ سے ولید اوّل اور خلیفہ المہدی کا عہد قابلِ ذکر ہے۔ المہدی نے برص کے مریضوں کے لیے وظیفے مقرر کیے اور ان کو بھیک مانگنے سے منع کیا۔ برمکیوں کے دانشمندانہ انتظام کے تحت عام سلطنت کے طول و عرض میں شفاخانے اور ڈسپنسریاں کھولی گئیں جن میں غریبوں، محتاج اور لاچاروں کی اچھی طرح سے دیکھ بھال

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی جاتی تھی۔

ابن بطوطہ قاہرہ کے اداروں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ رہے مدرسے تو وہ حدود و شمار سے باہر ہیں کیونکہ ان کی تعداد اتنی ہی زیادہ ہے اور وہ شفاخانہ جو دونوں قصروں کے قریب واقع ہے اس کی خوبیاں احاطۂ بیان سے باہر ہیں۔ بیماروں کی راحت اور ان کے علاج کا سامان اس قدر بہتات سے ہے کہ تعریف کرنے والا تعریف سے قاصر ہے۔ اس شفاخانہ کا روزانہ خرچ ایک ہزار دینار ہے۔ یہاں زاویے بکثرت ہیں۔"

یہی مصنّف دمشق کے بارے میں لکھتا ہے:

دمشق میں اوقاف کی اتنی کثرت ہے کہ ان کا حصر ممکن نہیں۔ نہ ان کے مصارف کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ بعض اوقاف ان لوگوں کے لیے ہیں جو حج کرنے سے معذور ہیں اور ان کی طرف سے حج کرنے کے لیے مصارف دیے جاتے ہیں۔ بعض اوقاف ان غرباء اور مساکین کے لیے ہیں جو مفلسی کی وجہ سے اپنی لڑکیوں کی شادی نہیں کر سکتے۔ ان اوقاف کے مصارف پر ان کے نکاح کا بندوبست اور سامانِ جہیز وغیرہ موقوف ہے۔ بعض اوقاف قیدیوں کے آزاد کرنے کے لیے ہیں۔ بعض مسافروں کے لیے ہیں جن سے انہیں کھانا، کپڑا اور زادِ راہ دیا جاتا ہے۔ بعض سڑکوں اور پٹڑیوں کے درست کرنے کے لیے ہیں۔ علاوہ ازیں امور رفاہِ عام کی اور بھی بہت سی مدات کے لیے اوقاف موجود ہیں۔ سپین بھی اس میدان میں پیچھے نہ تھا۔ قرطبہ کے علاوہ دیگر شہروں میں ہسپتال موجود تھے جہاں سرکاری طبیب مقرر تھے اور ادویات سرکار کی طرف سے مہیا کی جاتیں۔ سلطنت کے طول و عرض میں ہسپتالوں اور شفاخانوں کا جال بچھا ہوا تھا جہاں ہر روز ہزاروں مرد اور عورت آتے اور ان کا علاج مفت کیا جاتا تھا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بلدیاتی ملازمین کے حقوق و فرائض

اسلام نے زندگی کے دیگر مختلف شعبوں کی طرح اسلامی ریاست کے ملازمین اور عہدیداروں کے متعلق بھی ہدایات فرمائی ہیں۔ یہ ہدایات ان کے حقوق و فرائض دونوں پر دلالت کرتی ہیں۔ اسلام جہاں ملازمین کی فلاح و بہبود کو پیش نظر رکھتا ہے وہاں ان سے توقع کرتا ہے کہ وہ اپنے فرائضِ منصبی کو پوری ایمانداری اور خلوصِ نیت کے ساتھ کماحقہٗ انجام دیں۔ یہ ہدایات ملازمین کے جدید سے جدید ترین ضابطۂ اخلاق کی اساس بن سکتی ہیں۔

اسلام اعلیٰ سے لیکر ادنیٰ عہدیداروں اور ملازمین میں جن صفات اور خوبیوں کو دیکھنا چاہتا ہے ان کی تفصیل ہم اگلے صفحات میں قدرے تفصیل سے بیان کریں گے۔ یہاں قرآنِ مجید کے حوالہ سے اس اخلاقی اساس کا ذکر کیا جائے گا جس پر مختلف عہدیداروں کی کارکردگی اور عمل کی بنیاد ہو گی۔

قرآن کا حکم ہے:

(ا) وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ؕ اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى۔ [1]

ترجمہ:- ذاتی مخالفت میں انصاف سے کوتاہی نہ کرو۔

(ب) وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ ؕ [2]

ترجمہ: ہر فیصلے کی بنیاد انصاف پر رکھو

---

[1] سورۃ المائدہ : ۸

[2] سورۃ النساء : ۵۸

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(ج) فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ [1]

ترجمہ:- ہر فیصلہ قرآن کے (احکام کے) مطابق دو۔

(د) وَأَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ [2]

ترجمہ: فیصلہ کرنے میں کسی کے کہنے سُننے کی پرواہ نہ کرو۔

(ر) وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوا بِهَا إِلَى الْحُكَّامِ [3]

ترجمہ: رشوت اور تحائف سے حکام پر اثر نہ ڈالو۔

قرآن کے مطابق اسلامی معاشرے میں قائم ہونے والے اداروں کی تشکیل اور ان کے تحت صادر ہونے والے احکام کی بنیاد قرآنی تعلیمات پر ہو گی۔

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ [4]

مدینہ میں تمام معاملات کی سربراہی اور راہنمائی آپؐ کے اپنے ہاتھ میں تھی۔ اور مدینہ کے باہر دُور و نزدیک کے مقامات پر عاملوں اور والیوں کا تقرر آپؐ نے ہی فرمایا۔ آپؐ نے جن عمّال و حکّام کو منتخب کیا وہ ہر لحاظ سے معیاری و مثالی شخصیّتوں کے مالک تھے۔ اسلام تمام عہدوں کی اساس جسمانی صحت، ذہنی و دماغی قابلیّت، علومِ شرعیہ سے واقفیّت کے علاوہ ایمانداری، تقویٰ اور حُسنِ خلق پر رکھتا ہے۔

ایک عالم حکومتی مناصب کے اسلامی تصوّر پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"حکومت کے عہدے اور مناصب حصولِ عزّت و جاہ اور کسبِ دُنیا کے نہایت کامیاب ذریعے خیال کیے جاتے ہیں اور عام طور پر ان کے متعلق لوگوں

---

[1] سورۃ المائدہ : ۴۸
[2] المائدہ : ۴۹
[3] البقرہ : ۱۸۸
[4] المائدہ : ۴۴

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا تصور بھی یہ ہے کہ یہ اہلِ ملک کے حقوق میں شامل ہیں۔ اس وجہ سے نہ صرف ان کے حصول کی جدّوجہد جائز سمجھی جاتی ہے بلکہ اس راہ میں مقابلہ و مجادلہ، جوڑ توڑ، سازش و سفارش حتّٰی کہ رشوت و جعلسازی کے سارے فن بھی مباح سمجھ لیے گئے ہیں۔ ہر شخص اپنا حق سمجھ کر ان کو حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے اور چونکہ ان سے مال اور عزّت دونوں کے حاصل ہونے کی توقع ہوتی ہے، اس وجہ سے لوگ جواریوں کی طرح ان سے بازی کھیلتے ہیں اور دین و دُنیا کی جو پونجی بھی پاس ہوتی ہے، بسا اوقات ساری کی ساری اس داؤں پر لگا دیتے ہیں کہ اگر یہ بازی جیت لی تو ماضی کے سارے نقصانات کی تلافی بھی ہو جائے گی اور مستقبل کی تمام کامیابیاں اور فتوحات کے دروازے بھی کھُل جائیں گے۔

لیکن اسلام نے دنیا کے اس رجحانِ عام کے بالکل برعکس، ان عہدوں اور مناصب کو حقوق کی فہرست میں شمار کرنے کے بجائے امانت کی حیثیّت دی ہے۔ اس وجہ سے ایک صحیح اسلامی ماحول کے اندر یہ عہدے اور مناصب چاہنے اور طلب کرنے کی چیز نہیں سمجھے جاتے بلکہ بچنے اور بھاگنے کی چیز خیال کیے جاتے ہیں۔ جو لوگ آخرت کی زندگی، قیامت کی بازپرس اور جزا و سزا کے تصور سے بالکل خالی ہوں، ان کے لیے تو بلاشبہ ان چیزوں کے اندر بڑی کشش ہو سکتی ہے، کیونکہ ان کے سامنے ان کے صرف روشن پہلو ہی ہوتے ہیں۔ ان کے تاریک پہلوؤں سے وہ بالکل ناواقف ہوتے ہیں۔ زندگی کی دوسری نعمتوں سے جس طرح بغیر کسی احساسِ ذمّہ داری کے وہ متمتع ہیں اور اپنے اندر اس عیش کو فکرِ فردا کے اندیشوں سے مکدّر نہیں ہونے دیتے اسی طرح ملکی اور قومی ذمّہ داریوں کو بھی وہ کبھی ذمّہ داری کی حیثیّت سے نہیں اُٹھاتے، بلکہ ایک حق سمجھ کر لیتے ہیں اور جب ان کا

www.KitaboSunnat.com

بس چلتا ہے اسی حیثیّت سے ان سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔

ایک مسلمان جس کو یہ تعلیم دی گئی ہے کہ تم میں سے ہر ایک چرواہا ہے اور ہر ایک سے اس کے گلہ کی بابت پرسش ہو گی۔ مرد سے اس کی بیوی بچّوں کی بابت سوال ہو گا۔ عورت سے اس کے شوہر اور آل اولاد کے متعلق سوال ہو گا۔ حکمران سے اس کی رعایا کے متعلق سوال ہو گا۔ وہ اس حقیقت کو سمجھتے ہوئے کس طرح اس بات کی آرزو کر سکتا ہے کہ ان کے بہت سارے بوجھوں کے ساتھ جو پہلے سے اس پر لدے ہوئے ہیں کسی شہر کا قاضی، کسی صوبہ کا والی یا کسی مُلک کا امیر بنا کر اس شہر یا صُوبہ یا ملک کا بوجھ بھی اس کی کمر پر لاد دیا جائے، یہ حماقت تو وہی شخص کر سکتا ہے جو اس کی ذمّہ داریوں سے بالکل ناآشنا ہو اور اپنے آپ کو بالکل فارغ البال پا رہا ہو۔ ایک راستباز مسلمان جو اپنے فرائض سے اچھی طرح واقف ہے ان پرائی ذمّہ داریوں کا اپنے دل میں خیال بھی نہیں لا سکتا؛ چہ جائیکہ وہ ان کے لیے خم ٹھونک کر میدانِ مقابلہ میں اُترے، جوڑ توڑ کرے، رشوتیں پیش کرے اور سفارش بہم پہنچائے۔ وہ خود تو حتیّ الامکان ان سے دُور رہنے کی کوشش کرے گا، لیکن اس کے باوجود اگر کوئی امانت اس کے سر ڈال ہی دی جائے تو اس کو اللہ تعالیٰ کی آزمائش سمجھ کر اٹھائے گا اور پھر اس بات کے لیے سر دھڑ کی بازی لگا دے گا کہ قیامت کے دن اس کے لیے ندامت و رسوائی کا سبب نہ بنے۔

علامہ قلقشندی اپنی تصنیف صبح الاعشیٰ میں کاتب، دبیر یا سیکرٹری کے عہدہ کے آداب کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اپنے اختیارات اور ذمّہ داریوں میں بے لوث اور بے غرض رہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مذموم خواہشوں اور کمینہ طریقوں سے محترز رہے۔ نوائے دلگداز اور دلِ دردمند رکھتا ہو۔ حرص و ہوا کے پاس نہ پھٹکے۔ ناپاک اور ناجائز نفع اندوزیوں سے بالا رہے۔ یہ روش اسے اللہ کے تقرب سے بھی بہرہ مند کرے گی اور حکومت کی نگاہ میں بھی محترم کرے گی۔ عام لوگوں کے ساتھ اسے خوش معاملگی اور حسنِ سلوک سے پیش آنا چاہیے۔" آداب کاتب کے تحت علامہ موصوف نے جو کچھ ذکر کیا ہے' درحقیقت اس کا نمونہ ہر عہدے دار اور ہر کارکن کو ہونا چاہیے۔ علاوہ ازیں علامہ ماوردی امام غزالی نظام الملک طوسی اور علّامہ ابنِ خلدون نے بھی قاضی، محتسب اور دیگر کارکنان حکومت کے عہدہ کی شرائط کا ذکر کیا ہے۔

اسلام سرکاری ملازمت کو حصولِ جاہ و منزلت و منفعت کا ذریعہ قرار نہیں دیتا، بلکہ اسے ایک مشکل اور تکلیف دہ فرض سے تعبیر کرتا ہے۔ جو شخص ملازمت کی ذمہ داری کو قبول کرتا ہے اور پھر اس کے تقاضوں کو پورا کرنے کی بجائے سستی اور کاہلی یا تغافل برتتا ہے تو وہ خدا کی نگاہ میں ناپسندیدہ قرار پائے گا۔ حدیث شریف میں ہے جو شخص مسلمانوں کے معاملات کا ذمہ دار بنایا جائے۔ پھر نہ تو ان کے لیے دوڑ دھوپ کرے اور نہ ان کی خیر خواہی کرے۔ ان کے ساتھ وہ جنّت میں نہیں جائے گا۔ کارکنانِ حکومت سے اسلام یہ بھی مطالبہ کرتا ہے کہ وہ رعایا اور ماتحتوں کے ساتھ نرمی، دلداری اور شفقت و محبّت کا برتاؤ کریں۔ ذمّہ داریوں کی اس نزاکت اور گراں باری کے پیشِ نظر اسلام ان لوگوں کو مناصبِ حکومت سے محترز رہنے اور ان سے دامن کش رہنے کی ترغیب دیتا ہے جو اپنے اندر ان کے بارِ گراں کو اٹھانے کی سکت نہ پاتے ہوں یا ان کو کماحقہٗ ادا کرنے سے قاصر رہیں۔

ذیل میں ہم اجمالی طور پر اسلامی ہدایات کی روشنی میں ملازمین کے شرائطِ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عہدہ کا جائزہ لیں گے۔ امام ابن تیمیہؒ اپنی تصنیف الحسبہ فی اسلام میں کارکنانِ حکومت کے انتخاب کے متعلق فرماتے ہیں کہ جو لوگ "ذمّہ داریوں کی دُشوار گھاٹیوں کو عبور کرنے کی قدرت رکھتے ہوں اور ان میں وہ شرائط پائی جاتی ہوں جو ان ذمّہ داریوں کی بجا آوری کے لیے مطلوب ہیں تو یہ انہیں کو تفویض کی جائیں"۔ کارکنوں کے تقرر و انتخابات میں اسلام خوب سے خوب تر کے اصول اختیار کرنے کی تلقین کرتا ہے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ موجود ہوں ان میں سے بہتر سے بہتر اور اہل تر کو ترجیح دی جائے گی۔ جو اس اصول سے انحراف کرتا ہے اور اس کے علاوہ کوئی دوسرا معیارِ انتخاب اختیار کرتا ہے، اسلام اسے اسلامی ریاست سے غدّاری تصوّر کرتا ہے۔ امام موصوف کا بھی قول ہے کہ جس نے مسلمانوں کے کسی گروہ پر ایسے شخص کو سربراہِ کار بنا دیا کہ اس گروہ میں اس سے زیادہ بہتر شخص موجود تھا، اس نے اللہ سے، اس کے رسول سے اور عام مسلمانوں سے غدّاری کی۔

حکومت کے ملازمین کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے منصب کو لوگوں پر دھاک بٹھانے اور اپنے رعب و دبدبے کی نمائش کرنے کا ذریعہ بنائیں یا عہدہ و اقتدار کے بل بوتے پر لوگوں کے حقوق پر ڈاکہ ڈالنا شروع کر دیں۔ اسلامی حکومت میں منصب فخر و غرور کی چیز نہیں، بلکہ خدمت گزاری کا ذریعہ ہے۔ اس کی ذمّہ داریوں کے بار سے گردن دب جانی چاہیے نہ کہ الٹی اکڑ جائے اور لوگوں کی خدمت کی بجائے ان کے لیے عذاب کا سبب بن جائے۔

اسلام نے ملازمین کو نرمی، بردباری اور فیاضی برتنے کی تلقین کی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے:

"آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی قوم کی بہتری چاہتا ہے تو ان پر سنجیدہ اور بردبار لوگوں کو حاکم بناتا ہے اور ان کا مال فیاض لوگوں کی تحویل میں دیتا ہے اور جب کسی قوم کو آزمائش میں مبتلا کرتا ہے تو ان پر سفیہوں کو مسلّط کر دیتا ہے اور ان کا مال بخیلوں کے قبضہ میں دے دیتا ہے۔ آگاہ! جو شخص میری اُمّت میں سے کسی منصب پر مامور ہوا اور اس نے لوگوں کی ضروریات پوری کرنے میں نرمی سے کام لیا، اللہ تعالےٰ اس کی ضروریات کے متعلق قیامت کے دن اس کے ساتھ نرمی برتے گا۔" [1]

قاضی ابو یوسف نے کتاب الخراج میں لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ نے حکّام اور امراء سے ایک دفعہ خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"ایک افسر اور حاکم کی بردباری سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو کسی کی بھی بردباری اور نرمی پسند نہیں ہے اور نہ اس کی بردباری اور نرمی سے زیادہ کسی کی بردباری اور نرمی کا فائدہ وسیع اور عام ہے! اسی طرح ایک حاکم اور افسر کی طیش مزاجی اور جہالت سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کسی کی طیش مزاجی اور جہالت مبغوض نہیں ہے اور نہ اس کی طیش مزاجی اور جہالت سے زیادہ کسی کی جہالت اور طیش مزاجی کا ضرر عام ہے۔ جو شخص لوگوں کے درمیان سلامتی کی روش اختیار کرتا ہے وہ اوپر (اللہ) سے سلامتی اور عافیت کا انعام پاتا ہے۔" [2]

Qadi Abu Yusuf

Officers not ... rights of the people. They are supposed to be polite to the people. Any ... the most of municipal employees or officers is challengeable.

---

[1] اسلامی ریاست۔ کارکنوں کی ذمہ داریاں اور ان کے اوصاف۔ مولانا امین احسن اصلاحی صہ ۲۸-۲۹

[2] ایضاً صہ ۳۳

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علامہ ابنِ قیمؒ زاد المعاد میں آیت خذ العفو وامر بالمعروف واعرض عن الجاهلین کے اسرار پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اس آیت میں حکمرانوں کے تمام مکارمِ اخلاق اور اچھے اوصاف جمع کر دیئے گئے ہیں۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ ایک حکمران کو اس کی رعیّت سے متعلق تین طرح کی حالتیں پیش آ سکتی ہیں۔ ایک تو اس کا وہ حق ہے جو ان پر عائد ہوتا ہے اور جو لازماً ان کو ادا کرنا ہے۔ دوسرے وہ حکم ہے جو اس کو دینا ہے۔ تیسرے وہ کوتاہی ہے جو رعایا سے صادر ہو سکتی ہے۔ پہلے کے بارہ میں ان کو حکم دیا کہ جو کچھ آسانی کے ساتھ برضا و رغبت ادا کرے اور جو اس کے لیے بار نہ ہو، اس کو قبول کرے۔ عفو کے لفظ سے مراد یہ ہے کہ جس کا ارادہ کرنا رعایا کے لیے شاق نہ ہو۔ دوسرے کے بارے میں فرمایا کہ ان کو عرف کا حکم دے۔ عرف سے مراد معروف ہے، یعنی وہ بات جس کو عقلِ سلیم اور فطرتِ سلیم تسلیم کرتی ہے اور جس کے نافع ہونے پر رعایا کو اطمینان ہو۔ پھر فرمایا کہ جب اس کا حکم دے تو حکم دینے کا انداز بھی معروف ہو یعنی سختی اور درشتی کا انداز نہ ہو اور جو لوگ جہالت اور بدتمیزی سے پیش آئیں، ان کے شر کا جواب شر سے دینے کے بجائے ان سے چشم پوشی کرے۔"

اسلام نے ملازمین کو مصنوعی کرّوفر سے پرہیز اور رعایا کی خبرگیری اور ان کے دُکھ درد میں شرکت کرنے کی تلقین کی ہے۔

ملازمین سرکاری اشیاء کو ذاتی تصرّف میں لانے کے مجاز نہیں ہیں۔ قلم و کاغذ سے لے کر حکومت کی گاڑیوں اور ذرائع نقل و حمل تک کسی چیز سے اپنی ذات کے لیے استفادہ نہیں کر سکتے۔ سرکاری اشیاء دراصل قوم

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی امانت ہوتی ہیں اور ان کو صرف قوم کے مفاد و مقاصد میں استعمال کیا جا سکتا ہے۔ قاضی ابو یوسف کتاب الخراج میں اسی مسئلہ پر گفتگو کرتے ہوئے یہ واقعہ درج کرتے ہیں کہ ایک بار عمر بن عبدالعزیزؒ کا ایک غلام بلا اجازت ڈاک کے جانور پر ایک شخص کو سوار کرکے لے آیا، تو آپ نے اسے بلایا اور کہا کہ جب تک تُو اس کا کرایہ بیت المال میں جمع نہیں کرے گا، یہاں سے نہیں ہل سکتا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ ہی کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ جب سرکاری کام کرتے تھے تو بیت المال کی شمع جلاتے تھے اور سرکاری کام ختم ہونے پر وہ شمع گُل کر دیتے اور پھر اپنی ذاتی شمع جلاتے تھے۔

اسلامی حکومت کسی ملازم کو دورانِ ملازمت ذاتی کاروبار کرنے کی اجازت نہیں دیتی۔ حضرت ابوہریرہؓ کے بارے میں مذکور ہے کہ ان کے پاس بہت سا مال و متاع جمع ہو گیا۔ یہاں تک کہ ان کے پاس گھوڑوں کی کئی نسلیں ہو گئیں اور ان کی منتشر زمینیں یکجا ہو گئیں اور ان کی تجارت خوب چمکی۔ حضرت عمرؓ کو معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا حضرت اس مال میں سے آپ اپنا راس المال اور اپنی تنخواہ رکھ لیں اور باقی پورے کا پورا بیت المال کے حوالے کریں۔[1]

معاشی ضروریات ایسی ہیں جن سے بہر حال اسلامی حکومت اپنے کارکنوں اور کارپردازوں کو بالکل مطمئن کر دینے کا اصول اختیار کرتی ہے تاکہ وہ سرکاری فرائض کو سکونِ خاطر، دل جمعی اور بے لوث طریقے سے انجام دیتے

---

[1] الادارۃ الاسلامیہ۔ کرد علی ص ۱۰۴-۱۰۵

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رہیں۔ حضرت علیؓ نے اسی حقیقت کی وضاحت کرتے ہوئے اپنے عامل کو حکم دیا تھا کہ سرکاری کارکنوں کو پورے معاوضے دیے جائیں کیونکہ یہ چیز کارکنوں کو اپنے حالات درست رکھنے میں مدد دے گی اور انہیں زیرِ تصرف اموال پر دست درازی کرنے سے بے نیاز کر دے گی اور اگر اس کے بعد وہ تیرے حکم کی خلاف ورزی کریں گے یا تیری امانت میں خیانت کریں گے تو تیری طرف سے ان پر حجت قائم ہو جائے گی۔

تنخواہوں اور وظیفوں کے معاملے میں اسلامی حکومت ہر کارکن کے ساتھ اس کی ضرورت کے مطابق معاملہ کرتی ہے۔ ابو داؤد کی ایک روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جب فے کا مال آتا تو آپؐ اسی وقت تقسیم فرما دیتے۔ اہل وعیال والے کو دو حصے اور مرد کو ایک حصہ دیتے۔ علامہ ماوردی نے تنخواہوں میں اضافے کے مسئلہ کو بہ تفصیل بیان کیا ہے اور مقررہ وقت پر تنخواہ ادا کرنے کی حمایت کی ہے۔ [1]

کارکن اگر اپنے فرائض کی انجام دہی میں قابلیت، محنت اور مہارت کا ثبوت دیں تو اسلام کی رُو سے یہ امر ان کی تنخواہوں میں اضافے کا سبب ہو سکتا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک عمل ماثور ہے کہ آپؐ نے ایک کارکن کے بارے میں جس نے بعض مواقع پر اپنے کام کو بڑی عمدگی اور خوش اسلوبی سے سرانجام دیا تھا بعد میں آنے والے امراء کو اس سے حسنِ سلوک کی وصیت کی، بلکہ آپؐ نے اسے ایک دستاویز بھی عنایت فرمائی۔

---

[1] احکام السلطانیہ۔ امام ابوالحسن ماوردی صہ ۳۲۵-۳۲۴۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تاریخ میں حکومت کے ملازمین کو عمدہ کارکردگیوں کا صلہ دینے اور فراغت کے بعد انہیں پنشن دینے کی مثالیں بھی ملتی ہیں۔ یہاں تک کہ صلہ دینے کے بارے میں خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے اس کی متعدد احادیث و آثار کے ذخیرے موجود ہیں۔

مسلمانوں کے ہاں جو ملازمینِ حکومت معذور یا ازکارِ رفتہ ہو گئے تھے، ان کی نگرانی اور امداد و اعانت کا انتظام بھی کیا جاتا تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے بلادِ شام کے عمّال کو ایک فرمان بھیجا تھا جس میں ایسے ملازمینِ حکومت کے متعلق معلومات طلب فرمائی تھیں جو مفقود البصارت ہوں یا چلنے پھرنے سے معذور ہو گئے ہوں، فالج زدہ ہوں یا انہیں ایسا دائمی مرض لاحق ہو گیا ہو جو ادائے نماز میں حارج ہوتا ہو۔ اس کے بعد انہوں نے منجانب حکومت ہر نابینا کے لیے ایک محافظ اور ہر دو دائم المرض شخصوں کیلئے ایک خادم کا انتظام کرنے کا حکم دیا۔

اسلامی حکومت میں احتساب (یعنی ملازمین کی کارگزاریوں کا جائزہ اور ان کی کوتاہیوں اور زیادتیوں کے مواخذہ) کو بھی ضروری سمجھا گیا ہے۔ اسلام ریاست کے ذمّہ داران و عمائد کے فرائض میں یہ بھی شامل کرتا ہے کہ وہ عمّال و حکّام کے تقرر کے بعد ان کی کارگزاریوں کا برابر محاسبہ کرتے رہیں۔ ان کی پرائیویٹ اور پبلک زندگی کا جائزہ لیتے رہیں۔

حکومت کا جو کارکن اپنے ایمان و ضمیر کے تقاضوں کو پامال کرتا ہے اور اپنے اوپر عائد شدہ ذمّہ داریوں سے اپنے نفس کو کھلی چھٹی دیتا ہے، اس پر صرف نااہلی کا الزام لگا کر سبکدوش نہیں کر دیا جاتا بلکہ اسے تمام کوتاہیوں کی جواب دہی کرنی پڑے گی اور اپنی غلط کاریوں کا ذرّہ ذرّہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حساب دینا ہوگا اور اس کے بعد اسے ایسی قرار واقعی سزا دی جائے گی جو اس کے ہم پیشہ افراد کی آنکھوں کو کھول دینے کے لیے کافی ہو۔

قرآن مجید میں رشوت کی کئی جگہ مذمّت کی گئی ہے اور رشوت لینے والے کو عذابِ جہنم کی وعید کی گئی ہے۔ قرآن مجید کے علاوہ احادیث میں بھی رشوت کے کاروبار کو بُرا گردانا گیا ہے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ رشوت دینے اور لینے والا دونوں جہنّم میں جائیں گے مسلمانوں کے ہاں ایسی مثالیں بکثرت ملتی ہیں کہ رشوت خور اور عہدہ سے ناجائز فائدہ اٹھانے والے کارکنوں پر بلا لحاظِ عہدہ و شخصیت باز پُرس کی گئی۔

اسلامی دورِ حکومت میں ایسے ملازم اور کارکن بکثرت موجود تھے جو خدا ترس مخلص اور پاکیزہ اخلاق کے مالک تھے۔ انہوں نے سرکاری ملازمت کو زینت دنیا اور عیش و عشرت کی خاطر قبول نہیں کیا تھا بلکہ اسے عین عبادت سمجھ کر پوری بے لوثی اور بے غرضی کے ساتھ اپنے فرائض انجام دیے اور پاکدامنی کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھا۔ علامہ سیوطی نے اپنی تصنیف "حسن المحاضرہ فی اخبار مصر و القاہرہ" میں ایک مشہور سپہ سالارِ جنگ حبیب بن مسلمہ کے حوالہ سے اس مسئلہ پر بحث کی ہے۔

ملکی نظم و نسق کو تباہ و برباد کرنے میں سفارش اور اقربا پروری سے بڑھ کر شاید ہی کوئی بیماری ہو۔ اسلام کارکنانِ حکومت کے اندر جن اعلیٰ صفات کو دیکھنے کا خواہش مند ہے، ان میں سے مقدّم صفات یہ ہیں کہ حکومت کے نظم و نسق کو سفارش کی در اندازی سے پاک رکھا جائے اور سرکاری اموال سے خویش و اقارب کے ہاتھ رنگنے سے احتراز کیا جائے[1] یہ بات

[1] مقالہ اسلامی ریاست میں ملازموں کے حقوق و فرائض۔ پروفیسر لبیب السعید۔ ترجمہ خلیل احمد حامدی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کی سیرت اور صحابہؓ کے اعمال سے ظاہر ہے کہ انہوں نے قرابت داری کی بنا پر نہ کبھی کسی کی ناجائز امداد کی اور نہ رعایت کی اور ایسی کئی مثالیں تاریخ میں موجود ہیں کہ سفارش کو انہوں نے بُرا جانا۔

اسلام بے غرضی، خوش اخلاقی، خُدا پرستی، عوام دوستی اور نیکو کاری کے علاوہ ملازمین سے یہ توقع بھی کرتا ہے کہ وہ معاملات کو تعویق میں نہ ڈالیں اور نہ سُرخ فیتے کا استعمال کریں بلکہ نیک نیتی اور اللہ کی ذات پر یقین رکھتے ہوئے ضمیر کے نور کی راہ نمائی میں معاملات جلد از جلد نمٹائیں۔ سرخ فیتہ آج کل دفتری خرابیوں میں سرِفہرست ہے۔ اسلام نے اس سے احتراز کرنے کی ہدایت کی ہے۔ کتاب الاموال میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے ابوموسیٰ اشعریؓ کو لکھا کہ:"... کام میں زور و قوت (اور روانی) باقی رکھنے کا یہی طریقہ ہے کہ آج کا کام کل پر نہ ڈالا جائے۔ اگر ایسا کیا گیا تو تمہارے سامنے کاموں کا ڈھیر لگتا چلا جائے گا اور تمہیں یہ سُدھ نہ رہے گی کہ ان میں سے کس کام کو پہلے انجام دیا جائے۔ نتیجہ یہ ہو گا کہ تم اپنے کام بگاڑ لوگے۔ؔ

مسلمانوں کے عہد میں ایسی بہت سی مثالیں ملتی ہیں کہ حاکم وقت نے والیوں اور عاملوں کو ہدایات دیں کہ وہ اپنے اور عوام کے درمیان کوئی دیوار حائل نہ ہونے دیں اور اپنی صوابدید سے معاملات کو جلد از جلد نمٹائیں۔ اسلام نے ملازمینِ حکومت کی زندگی اور طرزِ عمل کے ہر پہلو پر ہدایات فرمائی ہیں جن پر عمل پیرا ہو کر ملازمین اور عمّالِ حکومت صحیح معنوں میں لوگوں کی خدمت گزاری کا حق ادا کر سکتے ہیں۔

کتاب الاموال جلد اوّل صہ ۱۱۶

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چند اسلامی شہروں کا ذکر

تہذیب و تمدّن اور مدنیت کا گہرا تعلق ہے۔ مدنیت کی ابتدا اور شہری زندگی کے آغاز کو بجا طور پر تہذیبی ترقی کی شاہراہ کا اوّلین سنگِ میل قرار دیا جا سکتا ہے۔ انسانی معاشرہ اس وقت منزلِ تہذیب کی طرف گامزن ہوا جب شہری آبادیوں کی ابتدا ہوئی۔ تہذیبی و تمدّنی ترقی میں شہریّت کی اہمیّت کے پیشِ نظر اسلام نے بھی نئے شہر بسانے اور شہری زندگی میں نکھار پیدا کرنے کی حوصلہ افزائی کی ہے۔ عمارۃ الارض کو حکومت کا معاشرتی و عمرانی فرض قرار دیا ہے۔ رسولِ اکرمؐ کے زمانہ میں اگرچہ کوئی نیا شہر وجود میں نہیں آیا لیکن انہوں نے شہری زندگی کے مختلف پہلوؤں پر ہدایات ضرور فرمائیں۔ ان کے چند سال بعد خلافتِ راشدہ کے زمانہ میں کوفہ، بصرہ اور موصل جیسے شہروں کی ابتدا ہوئی اور مابعد کے زمانہ میں بھی کئی نئے شہر آباد ہوئے جنہوں نے عالمی شہرت اختیار کی۔ نئے شہر آباد کرنے کے ساتھ ساتھ شہری زندگی میں تنظیم و تہذیب کی طرف بھی مسلمانوں نے خاص توجّہ دی۔ مسلمان مفکّرین نے شہری زندگی میں اصلاح کے لیے بھی اصول بیان کیے۔ ایک اسلامی مفکّر علامہ ابنِ خلدون نے اپنی مشہور تصنیف "مقدّمہ ابنِ خلدون" میں شہروں کی تعمیر و تخریب اور شہری معاشرے کی خصوصیات کے متعلق کئی باب باندھے ہیں اور شہری تہذیب پر سیر حاصل تبصرہ کیا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ انفرادی طور پر ہر شہر کسی مُلک کے سارے تمدّنی ڈھانچے کا ایک حصّہ ہوتا ہے۔ اسی طرح قرونِ وسطیٰ کا ہر اسلامی شہر اسلامی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تہذیب وتمدن کا عکاس تھا۔ چنانچہ بجا طور پر ہم اس وقت کے بلدیاتی نظام کی عمدگی اور ترقی کا اندازہ قرونِ وسطیٰ کے اسلامی شہروں میں میسّر آنے والی بلدیاتی سہولتوں سے لگا سکتے ہیں۔ یہ شہر جہاں اسلامی تہذیب وتمدن کی ترقی کے عکاس تھے وہاں اپنی سہولتوں کی بنا پر رشکِ جہاں بنے ہوئے تھے۔

مسلمانوں کے زمانہ میں ہر شہر مختلف وارڈوں اور محلّوں میں تقسیم ہوتا تھا۔ ہر وارڈ کی نگرانی کے لیے افسر اور عمومی نمائندے مقرر تھے جو مختلف مفوضہ فرائض انجام دیتے تھے۔ میونسپل فرائض کی انجام دہی کے لیے قاضی، محتسب، کوتوال، عامل اور دیگر عملہ دن رات کام کرتا تھا۔ تعمیری سرگرمیوں کی نگرانی کے لیے مہندسین موجود تھے۔ بڑے شہروں میں مختلف حصّوں کے لیے علیحدہ قاضی مقرر تھے جو قاضی القضاۃ کے ماتحت کام کرتے تھے۔ قرطبہ میں قاضی القضاۃ کو قاضی الجمع کہا جاتا تھا اور وہاں دو اور عہدیدار صاحب المدینہ اور صاحب اللّیل بھی متعیّن تھے۔

شہروں میں آب رسانی اور پانی کے نکاس کے لیے موثّر انتظامات تھے۔ ہر گھر کو پینے کے لیے صاف اور تازہ پانی مہیّا کیا جاتا تھا۔ اس مقصد کے لیے شہروں میں نہریں، بند، حوض، نالے اور ٹینکیاں تعمیر کی گئی تھیں اور اس مد میں وافر رقوم خرچ کی جاتی تھیں۔ دمشق، بغداد اور قرطبہ کا نظام آب رسانی اپنی مثال آپ تھا۔

اسلامی شہروں میں جہاں پینے کے پانی کے لیے عمدہ انتظامات تھے وہاں نکاسِ آب کے لیے بھی موثّر اہتمام تھا۔ ہر گھر میں غسل خانہ اور مسقّف نالی ہوتی تھی۔ گندے پانی کے نکاس کے لیے دوہرے نل اور نالیاں تعمیر کی گئی تھیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلمانوں نے جو شہر آباد کیے ان کی گلیاں اور شاہراہیں بہت کشادہ ہوتی تھیں۔ شہر کی عمارات خوبصورت اور شاندار تھیں جو مختلف محلوں میں منقسم تھیں، وسط میں جامع مسجد تعمیر کی جاتی تھی۔ نئے شہروں کے علاوہ پرانے شہروں میں بھی تزئین و آرائش کی خاطر اقدامات کیے گئے۔

شہروں میں صفائی کا خاص خیال رکھا جاتا تھا۔ قانون کی رُو سے لوگوں کو منع کیا جاتا تھا کہ وہ راستوں اور گزرگاہوں پر ایسی چیزیں نہ بنائیں جو راہگیروں کے لیے موجب اذیت ہوں یا انہیں نقصان پہنچانے کا احتمال ہو، جیسے گرمیوں کے زمانے میں سڑکوں کی جانب گندی نالیوں کا رُخ کر دینا۔ اسی طرح حکم تھا کہ جو لوگ شہر سے باہر کوڑا کرکٹ اور کھاد کے ڈھیر لگانا چاہیں ان کو لازم ہے کہ وہ باہر گڑھے کھودلیں اور ان میں کوڑا کرکٹ ڈال کر اوپر سے ان کو بند کر دیں۔ اور یہ گڑھے پانی کے گھاٹوں کے قریب نہ کھودے جائیں۔

روزانہ غلاظت رفع کرنے کے تسلّی بخش انتظامات تھے۔ بڑے بڑے شہروں کی وسعت کے باوجود ان میں گندگی اور بیماریوں کا نام و نشان نہ تھا۔ صفائی کے تمام تر اصول برتے جاتے تھے۔ صحتِ عامہ کی خاطر اسلامی شہروں میں بیسیوں شفاخانے اور ڈسپنسریاں قائم تھیں جہاں لوگوں کو مفت علاج کی سہولتیں فراہم کی جاتی تھیں۔ ہر بڑے شہر میں ایک ہسپتال ہوتا تھا۔ بعض ہسپتالوں میں طبّی کتب خانے بھی ہوتے تھے اور کئی ایک میں طب کی تعلیم بھی دی جاتی۔ بغداد میں مطب جاری کرنے سے پہلے ایک امتحان پاس کرنا پڑتا تھا۔

مسلمانوں نے مسجدوں کے علاوہ سڑکوں اور گلیوں میں بھی روشنی کا انتظام کیا۔ جامع مسجد قرطبہ رات کی روشنی سے جگمگ جگمگ کرتی تھی اور اس کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چراغوں کی روشنی قرطبہ کے باہر میلوں تک دیکھی جا سکتی تھی۔ مسجد کے علاوہ قرطبہ میں بازاروں اور گلیوں میں بھی روشنی کے انتظامات تھے۔ ایک انگریز مورخ کا قول ہے کہ قرطبہ کی عمارات کا سلسلہ دس میل باہر تک پھیلا ہوا تھا۔ اور اس تمام فاصلہ پہ سڑک کے کنارے رات کو روشنی ہوتی تھی۔ بغداد، دمشق سمیت دوسرے اسلامی شہروں میں بھی روشنی کے وافر انتظامات تھے۔

شہروں کی سیر:۔ تفریح اور صحتِ عامہ کے پیشِ نظر اسلامی شہروں میں باغات، پارک، سبزہ زار، پُرفضا باغیچے، سرسبز و شاداب درخت اور ہری بھری بیلیں تھیں جہاں لوگ صبح و شام کی سیر سے لطف اندوز ہوتے تھے۔ جو شہر دریاؤں کے کنارے واقع تھے وہاں تفریحی مقاصد کے لیے کشتیاں موجود ہوتی تھیں تاکہ لوگ ان میں سوار ہو کر دریا کی سیر کا لطف اٹھا سکیں۔

مسلمانوں کے زمانہ میں تحصیلِ علم کے لیے ہر شہر میں مدارس اور مکاتب کا جال بچھا ہوا تھا اور بعض شہروں میں مشہورِ عالم یونیورسٹیاں قائم تھیں، جہاں چار دانگِ عالم سے آکر لوگ علم و حکمت کی روشنی سے فیضیاب ہوتے تھے۔ مختلف شہروں میں لائبریریاں قائم تھیں۔ مسلمانوں کے ہاں ذاتی لائبریریاں رکھنے کا رواج عام تھا۔

تہذیب و تمدّن، علم و حکمت اور صحت و صفائی کے مراکز ہونے کے علاوہ اسلامی شہر صنعت و تجارت کے مراکز تھے جن میں کشادہ بازار اور بارونق تجارتی مراکز تھے جہاں ہر وقت کاروباری گہما گہمی رہتی تھی۔ ان شہروں کے بازار اپنی مثال آپ تھے جن کی نظیر اس سے پہلے دوسری تہذیبوں میں نہیں ملتی۔ ایک مغربی مصنّف رقمطراز ہے:

www.KitaboSunnat.com

"There was nothing like the bazar in pre-Islamic times or in other civilisations. Here whole sale and retail trade, the crafts and industry, as well as banking are concentrated."[1]

مختلف بیانات اور مصنّفین کے حوالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ بلدیاتی فرائض کی انجام دہی اور رفاہی اور بہبودِ عامہ کے کاموں پہ ریاستی آمدنی کا وافر حصّہ خرچ کیا جاتا تھا۔ اس زمانہ میں انجام دیے جانے والے بلدیاتی امور کی فہرست اس وقت کی شہری زندگی کی ضروریات کے پیشِ نظر کافی طویل تھی۔

علّامہ محمّد پکتھال اپنی تصنیف "تہذیبِ اسلامی" میں عباسی عہد کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اسلامی سلطنت کے اطراف و اکناف میں عوام کی حالت بہ لحاظِ تعلیم، حفظانِ صحت، امنِ عامہ اور آزادی اس زمانہ میں ہر قوم سے بہتر تھی[2]۔ علّامہ موصوف ہی ایک مغربی مصنّف کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ تاریخِ عالم کے اس عہد میں قرطبہ، قاہرہ، بغداد اور دمشق ہی وہ شہر تھے جن میں سڑکوں اور گلیوں میں روشنی کا انتظام اور پولیس کا اہتمام میسّر تھا۔[3]

---

[1] Iranian cities - Heinz Gaube - New York university Press. 1949, PP: 21

[2] تہذیبِ اسلامی۔ محمد پکتھال (اردو ترجمہ) صر ۵۲۔

[3] ایضاً۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک دوسرا مورّخ لکھتا ہے کہ جب قرطبہ ، ملاغہ ، غرناطہ و بغداد کے گھر گھر کو دہرے نل صاف اور مصفا پانی مہیا کرتے تھے یورپ کے لوگ گندے جوہڑوں کا پانی پیتے ۔ جب قرطبہ کے بازاروں اور گلی کوچوں میں رات کے وقت دن کا نظارہ نظر آتا ، روشنی دن کا لطف پیدا کرتی ، پیرس ، لندن اور دوسرے بڑے شہر اندھیرے کے غار معلوم ہوتے ۔ [1]

سلطنت کے تمام شہر علم و فن کی ترقی میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوششوں میں مصروف رہتے تھے ۔ صوبوں کے عمّال و حکّام بادشاہ کی مثال کی تقلید کرتے تھے ۔ علم کی تلاش میں سفر کرنا ہادیٔ اسلام کی تعلیم کے مطابق ایک مقدس فریضہ تھا ۔ چنانچہ چار دانگِ عالم سے طلبہ قرطبہ ، بغداد اور قاہرہ جاتے تھے تاکہ دانشورانِ اسلام کے وعظ سن سکیں ۔ علم و فن کا شوق صرف مردوں کی خصوصی ملکیت نہ تھا ۔ عورتیں بھی مردوں کے برابر علمی اور ثقافتی سرگرمیوں میں مصروف رہتی تھیں اور ادب و سائنس سے شغف رکھتی تھیں ۔ ان کے علیحدہ دارالعلوم تھے ۔ وہ طب اور فقہ کا مطالعہ کرتی تھیں ۔ بلاغت و بیان ، اخلاقیات اور ادبِ لطیف کے درس دیتی تھیں اور مردوں کے دوش بدوش ایک شاندار تہذیب کے کارناموں میں شریک ہوتی تھیں ۔ [2]

اب قرونِ وسطیٰ کے بعض مشہور اسلامی شہروں کا ذکر کیا جائے گا تاکہ مسلمانوں کے بلدیاتی اور میونسپل نظام کا عملی پہلو ہمارے سامنے آ جائے ۔

---

[1] تہذیب و تمدّنِ اسلامی (حصّہ اوّل) رشید اختر ندوی صد ۱۳

[2] روحِ اسلامی ۔ سیّد امیر علی ترجمہ محمد ہادی حسین صد ۵۴۴

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مکّہ

مکّہ اسلام کا مولد اور ایک قدیم شہر تھا۔ یہ اُمّ القریٰ بھی کہلاتا تھا۔ تقریباً دو ہزار ق م میں حضرت ابراہیمؑ نے اپنے فرزندِ عزیز اسماعیل علیہ السلام کو یہاں آباد کیا اور باپ بیٹے نے خدا کے نام پر یہاں ایک قربان گاہ بنائی جس کا نام کعبہ قرار پایا۔ [1]

مکّہ میں ہی بعثتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور طلوعِ اسلام کا ظہور ہوا، لیکن کفّارِ مکّہ نے جب مسلمانوں کا جینا دوبھر کر دیا تو مسلمان حکمِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے تحت یثرب یا مدینہ ہجرت کر گئے اور پھر چند سال بعد فاتحانہ شان کے ساتھ مکّہ میں داخل ہوئے۔ اُس وقت عربوں کے ہاں کوئی فنِ تعمیر رائج نہ تھا۔ مکّہ میں خانہ کعبہ سمیت چند ہی عمارتیں تھیں جن پر فنِ تعمیر کا اطلاق ہوتا۔ یہاں تک کہ امراء کے گھر بھی کچی اینٹوں یا پتھر کے بنے ہوتے تھے۔

گھر عام طور پر ایک منزلہ ہوتے تھے جن میں صحن اور مرکز میں پانی کا کنواں ہوتا تھا۔ [2] خلفائے راشدین کے زمانہ میں دیگر ممالک میں فتوحات کے نتیجہ میں بہت سے معمار مفتوحہ ممالک سے مکّہ میں آئے۔ تعمیر کے میدان میں تعمیرِ نو کا آغاز ہوا۔ امیر اور خوشحال لوگوں نے پتھر اور سنگِ مرمر کی عمارات تعمیر کیں۔

---

[1] تاریخ ارض القرآن کامل۔ مولانا سید سلیمان ندوی صہ ۸۱، ۸۲

[2] جسٹس امیر علی۔ مختصر تاریخ اسلام (بزبانِ انگریزی) صہ ۵۵

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مورخ مسعودی کا بیان ہے کہ مختلف صحابۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لیے شاندار گھر تعمیر کیے۔

اموی دور میں مکہ میں فراہمیٔ آب کے پیشِ نظر تالاب تعمیر ہوئے اور نالے کھودے گئے۔ اس زمانہ میں لوگ دوسری تہذیبوں سے اثر قبول کرکے حمام کے رسیا بھی ہو گئے۔ اسی لیے نہانے اور پینے کے پانی کی فراہمی کے لیے خاص انتظامات کیے گئے۔[1] ایک دوسرا مورخ لکھتا ہے کہ امویوں کی کوششوں کے باوجود مکہ میں پینے کے پانی کی قلت رہی اور حج کے دنوں میں یہ مسئلہ اور بھی زیادہ ہوتا تھا۔ اسی قلت کے پیشِ نظر ہارون الرشید عباسی کی نیک دل ملکہ نے پندرہ لاکھ دینار کے خرچ سے ایک زمین دوز نہر بنوائی جو آج بھی موجود ہے اور اس کے نام کی رعایت سے نہر زبیدہ کہلاتی ہے۔ اس نہر کی کھدائی کے بعد مکہ میں پانی کی فراہمی کا مسئلہ کافی حد تک حل ہو گیا اور آج یہ نہر آب رسانی کا اہم ذریعہ ہے۔[2]

عمارتی سرگرمیوں اور فنِ تعمیر میں ترقی کے ساتھ تعلیم و تدریس کی خاطر مدرسے اور سکول بھی تعمیر ہوئے اور اس طرح مکہ کی تہذیبی و تمدنی ترقی کا آغاز ہوا۔

مدینہ

مدینہ منورہ بھی ایک قدیم شہر تھا اور طلوعِ اسلام کے وقت موجود تھا۔ اس کی تعمیر کا زمانہ ۱۶۰۰ ق م اور ۲۲۰۰ ق م کے درمیان بتایا جاتا ہے۔[3]

---

[1] مختصر انسائیکلوپیڈیا آف اسلام (انگریزی) گب صد ۲۷۱

[2] عربوں کا نظامِ حکومت مصنفہ ڈاکٹر حسینی (انگریزی) صد ۲۴۹

[3] تاریخِ ارض القرآن۔ صد ۸۳

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کا قدیم نام یثرب تھا۔ ہجرت کے بعد اس کا نام مدینۃ النبیؐ ہوگیا اور کثرتِ استعمال سے "ال" قائم مقام مضاف الیہ ہو کر المدینہ رہ گیا۔ [۱]

مکّہ سے مدینہ ہجرت کے بعد مسلمانوں کی مستقل آباد کاری کا کام شروع ہوا۔ یہاں ابتدار مسجد سے کی گئی۔

یہ مسجد ابتدائے اسلام کی سادگی کا مکمّل نمونہ تھی۔ گیلی مٹّی سے اینٹیں بنیں اور ان اینٹوں سے مسجد کی چار دیواری تعمیر ہوئی۔ کھجور کے تنوں کو ستونوں کے طور پر کھڑا کیا گیا اور ان پر کھجور کے پتوں کی چھت ڈالی گئی۔ مسجد کے ساتھ ایک صفہ اور کچھ حجرے ازواجِ رسول صلی اللہ علیہ وسلّم کے لیے تعمیر کیے گئے۔ صفہ ان لوگوں کی رہائش گاہ تھی جن کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔ مسجد عبادت گاہ ہونے کے علاوہ ایک طرح کا اسمبلی ہال بھی تھا جہاں مسلمانوں کے جماعتی مسائل پر مجالس ہائے مشاورت منعقد ہوتیں۔ یہی ہائیکورٹ بھی تھا جہاں مسلمانوں کے باہمی جھگڑے فیصلے کے لیے پیش ہوتے۔ یہیں اپیلیں سُنی جاتیں اور یہیں جرائم پر تنبیہہ کی جاتی۔ [۲] یہ دارالاقامہ بھی تھا۔ جہاں وہ لوگ رہتے تھے جن کا کوئی گھر نہ تھا۔ مسجدِ نبویؐ کے علاوہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مدینہ میں کئی دیگر مساجد بھی تعمیر ہوئیں۔

عہدِ نبوی میں بعض صحابہؓ نے اپنے ذاتی مکان بھی تعمیر کیے۔ علاوہ ازیں بنو قریظہ اور بنو قینقاع کے جلا وطن ہونے کے بعد کافی تعداد میں بنے بنائے مکان بھی مسلمانوں کو میسّر آ گئے۔

---

[۱] تاریخ ارض القرآن۔ صد ۸۳

[۲] تہذیب و تمدنِ اسلامی (حصّہ اوّل) صد ۴۶

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابنِ سعد ابنِ عساکر اور سیوطی کے حوالہ سے تہذیب و تمدّنِ اسلامی کے مصنّف لکھتے ہیں کہ شروع دور میں مدینہ میں میٹھے پانی کی بڑی قلت تھی۔ مدینہ میں میٹھے پانی کا جو کنواں تھا وہ ایک یہودی کی ملکیت تھا۔ یہ یہودی مسلمانوں کو پانی نہ بھرنے دیتا تھا اور بہت گراں قیمت پہ پانی بیچتا۔ غریب مسلمانوں میں اتنی استطاعت نہ تھی کہ پانی خرید سکتے، اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو ترغیب دلائی کہ کوئی اس کنوئیں کو خرید کر مسلمانوں کو اس تکلیف سے بچائے۔ حضرت عثمانؓ نے مسلمانوں کی یہ تکلیف رفع کی۔ وہ یہودی کے پاس آئے اور پہلے آدھا کنواں اس سے بارہ ہزار درہموں میں خریدا۔ پھر دوسرا آدھا حصّہ آٹھ ہزار درہم میں خرید فرمایا۔[1]

فتوحات کے بعد دوسرے علاقوں سے معمار اور کاریگر آنا شروع ہوئے اور ساتھ ہی مسلمانوں کے ہاتھ بہت سا مال و دولت لگا تو تعمیرِ نو کا آغاز ہوا۔

تعلیم و تدریس کی خاطر مدرسے اور مکاتب کھولے گئے۔ اسلامی علوم و فنون کی داغ بیل پڑی اور مدینہ اسلامی ریاست کا اوّلین دارالخلافہ قرار پایا، لیکن تعمیرِ نو اور مابعد کی ترقیات کے باوجود بھی یہاں اوائلِ اسلام کی سی سادگی برقرار رہی۔

بصرہ

یہ شہر حضرت عمرؓ کے زمانہ میں آباد ہوا۔ شہر بساتے وقت مختلف قبائل

---

[1] تہذیب و تمدّنِ اسلامی (حصّہ اوّل) صـ ۱۲۹۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے لیے الگ الگ احاطے کھینچے گئے۔ شروع میں گھاس اور پھونس کے مختصر مکانات تعمیر ہوئے۔ بعد میں حضرت عمرؓ نے پختہ مکانات بنانے کی اجازت دے دی، لیکن ساتھ ہی تاکید فرمائی کہ کوئی شخص ایک مکان میں تین کمروں سے زیادہ نہ بنائے۔"

حضرت عمرؓ کے حکم سے دریائے دجلہ سے بصرہ تک نہر ابو موسیٰ نکالی گئی جس کے نکلنے سے گھر گھر پانی کی افراط ہو گئی۔" [1]

شبلی نعمانی لکھتے ہیں:

بصرہ کی آبادی نہایت جلد ترقی کر گئی۔ یہاں تک کہ زیاد بن ابی سفیان کے زمانِ حکومت میں صرف ان لوگوں کی تعداد جن کے نام فوجی رجسٹر میں درج تھے ۸۰ ہزار اور ان کی آل اولاد ایک لاکھ ۲۰ ہزار تھی۔ [2]

آبادی کے اضافہ کے ساتھ یہاں علوم و فنون کو بھی بہت عروج حاصل ہوا، اس کا اندازہ اس سے کرنا چاہیے کہ علومِ عربیت کی بنیاد یہیں پڑی۔ دُنیا میں سب سے پہلی کتاب جو عربی علمِ لغت میں لکھی گئی یہیں لکھی گئی جس کا نام کتاب العین ہے اور جو خلیل بصری کی تصنیف ہے۔ عربی علمِ عروض اور موسیقی کی بھی یہیں سے ابتدا ہوئی۔ علمِ نحو کا سب سے پہلا مصنّف سیبویہ یہیں کا تعلیم یافتہ تھا۔ آئمہ مجتہدین میں سے حسن بصریؒ یہیں کی خاک سے پیدا ہوئے۔ [3]

---

[1] الفاروق۔ مصنفہ شبلی نعمانی صہ ۲۳

[2] ایضاً صہ ۲۲۶ - ۲۳۵

[3] ایضاً صہ ۲۳

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کوفہ

بصرہ کی طرح کوفہ کی بنیاد بھی حضرت عمرؓ کے زمانہ میں رکھی گئی۔ چونکہ یہاں کی زمین ریتلی اور کنکریلی تھی، اسی وجہ سے اس کا نام کوفہ رکھا گیا۔[1] یہ شہر دریائے فرات سے صرف ڈیڑھ دو میل کے فاصلہ پر تھا، اور اس کا منظر نہایت خوشنما تھا۔ اہلِ عرب اس مقام کو خدا لعذر یعنی عارضِ محبوب کہتے تھے، کیونکہ یہ مقام مختلف عمدہ قسم کے پھولوں مثلاً اقحوان، شقایق، قیصوم اور خزامی کا چمن زار تھا۔ اس کی بنیاد ۱۷ھ میں شروع ہوئی اور حضرت عمرؓ کی ہدایت کے مطابق ۴۰ ہزار آدمیوں کی آبادی کے رہنے کے لیے مکانات بنائے گئے۔ اس شہر میں بھی مختلف قبیلوں کے لیے علیحدہ علیحدہ محلّے آباد ہوئے۔ شہر کی وضع اور ساخت کے متعلق خود حضرت عمرؓ کا تحریری حکم آیا تھا کہ شارع ہائے عام ۴۰-۴۰ ہات اور اس سے ہٹ کر ۳۰-۳۰ ہات اور ۲۰-۲۰ ہات رکھی جائیں اور گلیاں ۷-۷ ہات چوڑی ہوں۔ جامع مسجد کی عمارت جو ایک مربع بلند چبوترا دے کر بنائی گئی تھی، اس قدر وسیع تھی کہ اس میں ۴۰ ہزار آدمی آ سکتے تھے۔[2]

مسجد سے دو سو ہاتھ کے فاصلے پر ایوانِ حکومت تعمیر ہوا جس میں بیت المال یعنی خزانے کا مکان بھی شامل تھا۔ ایک مہمان خانہ عام بھی تعمیر کیا گیا جس میں باہر کے آئے ہوئے مسافر قیام کرتے تھے اور ان کو بیت المال سے

---

[1] الفاروق مصنفہ شبلی نعمانیؒ صد ۲۳
[2] ایضاً صد ۲۲۵ - ۲۲۶

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کھانا ملتا تھا۔ [1]

جامع مسجد کے علاوہ ہر قبیلے کے لیے بھی جدا جدا مسجدیں تعمیر ہوئیں۔
یہ شہر حضرت عمرؓ ہی کے زمانے میں اس عظمت و شان کو پہنچا کہ حضرت عمرؓ اس کو راس الاسلام فرماتے تھے اور درحقیقت وہ عرب کی طاقت کا اصلی مرکز بن گیا تھا۔ زمانہ مابعد میں بصرہ کی طرح اس کی آبادی بھی برابر ترقی کرتی گئی اور یہ شہر بھی علوم و فنون کا مرکز بن گیا۔ فقہ حنفی کی بنیاد بھی یہیں پڑی۔ حدیث و فقہ اور علوم عربیت کے بڑے بڑے ائمہ فن یہاں پیدا ہوئے۔

فسطاط

یہ شہر مصر میں حضرت عمرؓ کے زمانہ میں حضرت عمرو بن العاص نے بسایا تھا۔ شبلی نعمانی اپنی تصنیف میں اس کی ابتداء کے متعلق رقمطراز ہیں کہ عمرو بن العاص اسکندریہ سے چل کر قصر الشمع میں آئے۔ یہاں ان کا وہ خیمہ اب تک اسی حالت میں کھڑا تھا جس کو وہ سکندریہ کے حملے کے وقت خالی چھوڑ گئے تھے۔ چنانچہ اسی خیمے میں اُترے اور وہیں نئی آبادی کی بنیاد ڈالی۔ ہر ہر قبیلے کے لیے الگ الگ احاطے کھینچے۔
جس قدر محلّے اس وقت تھے اور جو قبائل ان میں آباد ہوئے ان کے نام علامہ مقریزی نے بہ تفصیل لکھے ہیں۔ جامع مسجد خاص اہتمام سے بنی۔ یہ مسجد ۵۰ گز لمبی اور ۳۰ گز چوڑی تھی۔ تین طرف دروازے تھے جن میں

---

[1] الفاروق شبلی نعمانی صہ ۲۳۶

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے ایک دارالحکومت کے مقابل تھا اور عمارتوں میں سات گز کا فاصلہ تھا۔[۱]
فسطاط نے بہت جلد ترقی کی اور سکندریہ کی بجائے مصر کا صدر مقام بن گیا۔
امیر معاویہؓ کے زمانے میں ۴۰ ہزار اہلِ عرب کے نام دفتر میں قلمبند تھے۔
ایک مورّخ کا بیان ہے کہ ایک زمانہ میں یہاں ۳۶۰۰۰ مسجدیں ۸۰ ہزار سڑکیں اور ۱۷۰۰ حمام تھے۔ مدّت تک یہ شہر سلاطینِ مصر کا دارالخلافہ اور تہذیب و تمدّن کا مرکز رہا۔

زمانۂ حال میں فسطاط میں کھدائیاں ہوئیں جن سے اس شہر کے متعلق بہت مفید معلومات ہاتھ لگیں اور یہ ثابت ہوا کہ مصر کا یہ اوّلین اسلامی شہر بڑی فراوانی کے ساتھ صحت افزا وسائل سے بہرہ مند تھا۔ ان کھدائیوں کے نگران مشہور ماہرینِ آثار قدیمہ علی بک بہجت مرحوم اور موسیو البرٹ جبریل تھے جنہوں نے اپنے اکتشافی مقالے میں لکھا ہے:

"فسطاط میں صحت افزا اشیاء اس قدر عمومیت اور کثرت سے برآمد ہوئی ہیں کہ ان سے بآسانی یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ اس شہر میں مسلمانوں نے پبلک ہیلتھ پر غیر معمولی توجّہ دی ہے۔ ہمیں کھدائیوں میں ایسا کوئی گھر نہیں ملا ہے، جس میں غسلخانہ اور بیت الخلاء کی مسقف نالی نہ ہو۔ یہ نالی گھر کا تمام پانی جمع کر کے باہر حوضوں تک پہنچاتی ہے۔"[۲]

ان ماہرین نے اپنے مقالہ میں پوری تفصیل کے ساتھ اس شہر کے لیٹرین سسٹم اور غسلخانوں کے نظام کو بیان کیا ہے۔ شہر میں آب رسانی کے

---

[۱] الفاروق مصنفہ شبلی نعمانی صہ ۲۲۷
[۲] حفریات الفسطاط صہ ۱۰۶ (بحوالہ مقالہ اسلام کا بلدیاتی نظام از پروفیسر لبیب السعید (بزبانِ عربی) ترجمہ از خلیل احمد حامدی صہ ۴۶

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نظم ونسق پر روشنی ڈالتے ہوئے انہوں نے محفوظ کنوؤں، چہ بچوں، پائپ لائنوں، فوّاروں اور ہاتھ دھونے کے حوضوں کا ذکر کیا ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حکمرانی کے ابتدائی دور میں ہی فنِ تعمیر اور انجینئرنگ نے ممتاز ترقی کر لی تھی۔ اس ترقی کا راز دراصل مسلمانوں کا ذوقِ نفاست وطہارت تھا جو اسلام کے پاکیزہ نظام نے ان کی فطرت میں ودیعت کر رکھا تھا۔[1]

مذکورہ بالا ماہرینِ آثار نے اپنے مضمون میں بیروت کی فرانسیسی یونیورسٹی کی لائبریری میں موجود ایک مخطوطے سے فسطاط کے محکمۂ احتساب کا ایک انتہائی فرمان بھی نقل کیا ہے۔ یہ فرمان محکمہ کی جانب سے شہری عوام کے نام ہے۔ فرمان کا ملخّص یہ ہے:

ازروئے قانون کسی کو جائز نہیں ہے کہ وہ راستوں اور گزرگاہوں پر ایسی چیزیں بنائے جو راہگیروں کے لیے باعثِ اذیت ہوں یا انہیں نقصان پہنچانے کا احتمال ہو، جیسے گرمیوں کے زمانے میں سڑکوں کی جانب گندی نالیوں کا رُخ کر دینا۔ اس طرح جو لوگ شہر سے باہر کوڑا کرکٹ اور کھاد کے ڈھیر لگانا چاہیں ان کو لازم ہے کہ وہ باہر گڑھے کھود لیں اور ان میں کوڑا کرکٹ ڈال کر اوپر سے ان کو بند کر دیں تاکہ ان کی بدبُو سے لوگوں کو تکلیف نہ ہو اور بیماری کے جراثیم انڈے بچے نہ دینے لگیں۔ نیز ایسے گڑھے پانی کے گھاٹوں کے آس پاس نہ کھودے جائیں اور نہ آب کشی کے تالابوں میں کوڑا کرکٹ اور کھاد ڈالی جائے۔[2]

---

[1] ایضاً ص ۴۷

[2] ایضاً ص ۱۰۶، ۱۱۱

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلمانوں کے ذوقِ نفاست کے بارے میں یہ مثالیں مشتے از خروارے ہیں، ورنہ تاریخ و آثار اور فقہاء کی کتابوں سے لاتعداد ایسی مثالیں دستیاب ہوتی ہیں جن سے اسلامی سوسائٹی کے اندر حفظانِ صحت کے اصول و قواعد کی مقبولیت اور پابندی کے حیرت انگیز ثبوت فراہم ہوتے ہیں۔

موصل

یہ مقام اگرچہ اسلام سے پہلے بھی موجود تھا، لیکن ایک شہر کی حیثیت اس نے حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ہی حاصل کی۔ یہاں بھی بصرہ اور کوفہ کی طرح مختلف عرب قبائل کے محلّے آباد کیے گئے اور ایک جامع مسجد بھی تعمیر کرائی گئی۔ اس کے متعلق مورخین نے لکھا ہے کہ یہ مشرق و مغرب کی گزرگاہ ہے یعنی آدمی کسی طرف جانا چاہیے تو اس کو یہاں سے ضرور گزرنا پڑتا تھا۔ اس شہر نے بھی رفتہ رفتہ بہت ترقی کی۔

اموی عہد میں اس کی اہمیت اور رونق میں بہت اضافہ ہوا۔ خلیفہ ہشام نے ۸۰ لاکھ درہم کے خرچہ پر ایک نہر کھدوائی جس سے شہر میں پینے کے پانی کی فراوانی ہوگئی اور اس نہر کے کنارا پر سایہ دار درخت لگوائے جہاں شہری شام کی سیر سے لطف اندوز ہوتے تھے۔ حرُ بن یوسف نے جو کہ ہشام کے وقت یہاں کا والی تھا، یہاں اپنی عمدہ رہائش گاہ کے علاوہ ایک کالج اور کاروان سرائے بھی بنائی۔ [1]

---

[1] عربوں کا نظامِ حکومت۔ ڈاکٹر ایس اے کیو حسینی صہ ۱۵۰

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دمشق

مسلمانوں کی فتح کے وقت دمشق ایک ترقی پذیر شہر اور رومن گورنر کا دارالخلافہ تھا۔ مسلمانوں کے ہاتھوں فتح ہونے کے بعد دورِ بنوامیہ میں دمشق نے حیرت انگیز ترقی کی۔ نہ صرف سلطنتِ اسلامیہ کا دارالخلافہ بن گیا، بلکہ اس کا شمار دُنیا کے خوبصورت ترین شہروں میں ہونے لگا۔

اسلامی عہد میں اس میں بہت شاندار عمارتیں تعمیر ہوئیں۔ تمام شہر مختلف حصّوں میں منقسم تھا۔ ہر قبیلہ کے لیے علیحدہ محلّہ، بازار، مسجد اور قبرستان تھا۔ امراء اور حکمران طبقہ کے صحن میں پھول دار جھاڑیوں اور پھل دار درختوں سے باغیچے سجے ہوتے تھے جن کے وسط میں فوارے چل رہے ہوتے تھے۔ قصرِ خضرا اور جامع اموی یہاں کی دیدہ زیب عمارتیں تھیں جن کو دیکھ کر سیاح دنگ رہ جاتے تھے۔ شہر کی سڑکیں کشادہ اور پختہ تھیں جن کے دو رویہ پٹڑیاں ہوتی تھیں۔ پیدل چلنے والے پٹڑیوں پر چلتے تھے اور سوار وسط میں۔ مسلمانوں نے دمشق میں نظامِ آب رسانی پر خصوصی توجّہ دی۔ بنو امیہ کے زمانہ میں یہاں کا آب رسانی کا نظام مثالی تھا اور دُنیا بھر میں مشہور تھا۔ شہر میں سات بڑی بڑی نہریں بہتی تھیں جن کے علاوہ لاتعداد حوض اور بند تعمیر کیے گئے تھے۔

شہر میں پانی کے دوہرے نل کام کرتے تھے جن کی وجہ سے آب رسانی کے علاوہ گندے پانی کے نکاس کا بھی موثر انتظام تھا۔ اس عہد میں کیا امیر کیا غریب ہر گھر کو پینے کا صاف اور تازہ پانی مہیا کیا جاتا تھا۔ آب رسانی کا محکمہ براہِ راست حکومت کے ماتحت تھا اور انجینئروں کا ایک بورڈ اسے کنٹرول

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتا تھا۔

دمشق بنو امیہ کے زمانہ میں سلطنت کا پایۂ تخت تھا۔ حکومت کے تمام مرکزی دفاتر اور محکمے یہاں کام کر رہے تھے۔ مسلمانوں کو حکومت کرتے ہوئے دہائیاں گزر چکی تھیں اور ملکی فتوحات کے علاوہ علمی و فکری میدان میں بھی وہ ترقی کی طرف گامزن ہو چکے تھے۔ مفتوحہ ممالک کے تہذیبی رجحانات اثر انداز ہونا شروع ہو گئے تھے اور اسلامی طرزِ تمدن کے رنگ نکھرنے کا آغاز ہو چکا تھا جس کی بدولت دمشق تہذیبی و تمدنی ترقی کی طرف بڑی تیزی سے بڑھ رہا تھا۔ مدرسوں اور شفاخانوں اور بلند و بالا عمارات، عالیشان مساجد کا مرکز بن گیا تھا۔ خلیفہ کا محل طرزِ تعمیر کا ایک نادر نمونہ تھا۔ جس میں کئی کمرے، ہال، کشادہ صحن، پھولوں کی کیاریاں، صاف شفاف پانی کے چشمے اور فوارے عجیب بہار دکھائی دیتے تھے۔ تمام عمارت کی تعمیر میں سنگِ مرمر اور دوسرے قیمتی پتھر استعمال کیے گئے تھے۔ خلیفہ کے محل کے علاوہ وزراء اور امراء نے بھی اپنی رہائش کے لیے شاندار عمارات تعمیر کرائیں۔ شہنشاہانِ روم و عجم کی دیکھا دیکھی دمشق کی درباری اور مجلسی زندگی میں زبردست تبدیلیاں رونما ہوئیں اور خلفاء نے اپنے دربار منعقد کرنے شروع کر دیے تھے۔ جن میں وزراء، امراء اور دوسرے عہدیدار ہر روز موجود ہوتے۔ اموی حکمرانوں میں خلفائے راشدین کی سادگی مفقود تھی۔ ان میں سے بعض دادِ عیش بھی دیتے تھے۔ درباری زندگی میں شاہانِ روم و عجم کا رنگ آ گیا تھا۔

بیرونی تہذیبی رجحانات کے زیرِ اثر دمشق کی مجلسی زندگی میں بھی بہت تبدیلیاں آ چکی تھیں۔ موسیقی، فنونِ لطیفہ اور شاعری میں لوگ دلچسپی لینے لگے تھے۔ موسیقی کے ساتھ ساتھ گھوڑ دوڑ بھی لوگوں کا محبوب مشغلہ تھا۔ لوگوں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے لباس، آداب طعام اور رہنے سہنے کے طریقوں میں ایک گونا انقلاب برپا ہو گیا تھا۔

مشہور سیاح ابن بطوطہ جو ۱۳۲۶ء میں یہاں وارد ہوا، دمشق کا ذکر ان الفاظ میں کرتا ہے:

دمشق کو بغیر کسی مبالغہ کے بالکل بجا طور پر حسن و جمال، رعنائی و زیبائی، دلکشی اور سحر طرازی کے باعث دُنیا کے تمام شہروں پر تفوق اور برتری حاصل ہے۔ مشہور سیاح عالم ابنِ جبیرؒ نے دمشق کے محاسن کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے وہ حرفِ آخر ہے۔ مَیں کہنا چاہوں تو بھی اس سے زیادہ نہیں کہہ سکتا۔

ابنِ جبیرؒ کہتے ہیں کہ دمشق جنّت الشرق اور نورِ مشرق کا مطلع ہے۔ جہاں تک بلادِ اسلامیہ کے متعلق جانتا ہوں، اس شہر سے بڑھ کر کوئی شہر نہیں ہو سکتا۔ دُنیا کے تمام شہروں کو جہاں تک مَیں نے دیکھا ہے، یہ اپنی زینت و آراستگی، دلچسپی و دل آویزی اور کمالِ حُسن و خوبی میں ایک دلہن یا اس حسین آدمی کی مانند ہے جو پھولوں اور کلیوں کے زیورات سے سجا ہوا ہو۔ اس کے باغات اور سبزہ زار گویا سبز لباس میں ملبوس ایک پُر از حُسن و خوبی معشوق ہیں۔ بڑے بڑے عالیشان اور بلند پایہ مکانات نے اس میں ایک جلوہ پیدا کر دیا ہے اور مکانات بھی ایسے کہ جن میں زینت و آراستگی اور سجاوٹ کی انتہا کر دی گئی ہو۔ [1]

---

[1] سفرنامہ ابن بطوطہ (حصہ اوّل) صہ ۱۱۶-۱۱۵ (اردو ترجمہ) مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بغداد

بغداد کی بنیاد بھی مسلمانوں کے ہاتھوں عباسی عہد میں پڑی ۔ اس کا بانی ابوجعفر منصور تھا۔ بغداد کے طرف نہایت زرخیز صوبے تھے اور شہر دریائے دجلہ کے کنارے واقع تھا اور یہاں کی آب و ہوا بھی معتدل تھی۔ شہر کی آبادی بالکل دائرے کی صورت میں تھی اور وسط میں ایوانِ شاہی تعمیر کیا گیا تھا۔ شہر کے اردگرد فصیل تھی اور اس کے چار دروازے تھے اور ہر دروازے سے دوسرے دروازے تک ایک میل کا فاصلہ تھا۔ تعمیرات کے سلسلے میں ایوانِ خلافت، مسجد جامع، قصر الذہب، قصر الخلفاء نہایت بلند پایہ اور شاندار عمارتیں تھیں۔

شہر نے بہت جلد روز افزوں ترقی کی اور اس کے ساتھ اس کی اصلی ہیئت بھی بدل گئی ۔ منصور کے بعد خلفاء نے اس کی تعمیر و ترقی میں خاصی دلچسپی لی ۔ آہستہ آہستہ دریا کے دوسرے کنارے پر بھی آبادی ہو گئی اور دریا بیچ میں آ گیا اور اس کے قدرتی منظر میں ایک عجیب دلفریبی پیدا ہو گئی۔[1] اس کی تعمیر و ترقی میں حکمران طبقہ نے رقیبانہ انداز سے کوششیں کیں ۔ مامون الرشید کے زمانہ میں خاص شہر کی مردم شماری دس لاکھ سے زیادہ تھی۔[2]

ایک دوسرا مورّخ ایک قدیم عربی مورّخ الخطیب کے حوالہ سے بغداد کی

---

[1] المامون مصنفہ شبلی نعمانی صہ ۱۴۶

[2] ایضاً۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آبادی تیس لاکھ بتاتا ہے۔[1] دارالخلافہ ہونے، اپنی خوشگوار آب و ہوا، قدرتی نظاروں، شاندار عمارات اور رونق کے علاوہ بغداد نے ایک علمی و ادبی ثقافتی مرکز کی حیثیت اختیار کر لی تھی۔ ہم بجا طور پر کہہ سکتے ہیں کہ اسلامی علوم و فنون کی ترقی میں بغداد کا وافر حصّہ ہے۔ ایک مصنّف بغداد کے متعلق رقمطراز ہے کہ ایک سو برس میں بغداد دولت، تجارت، علوم و فنون اور بین الاقوامی سیاست کا مرکز بن گیا۔ اس کی شان و شوکت اور عوام کی خوشحالی میں کامل ہم آہنگی تھی۔ عوام کو دیکھ کر جس نوع کے پایۂ تخت کا تصوّر قائم ہوتا تھا بغداد ویسا ہی تھا، یا یوں کہیے کہ بغداد قوم کی عظمت، عزّت اور آسودہ حالی کی علامت تھا۔[2]

بغداد میں ایک مثالی نظم و نسق قائم تھا، ریاستِ اسلامی کا دارالخلافہ ہونے کی وجہ سے حکومت کے تمام محکمے یہاں واقع تھے اور بغداد کے انتظام کے لیے علیحدہ حاکم مقرر تھا، البتّہ مشرقی حصّہ دربار کے براہِ راست زیرِ انتظام تھا اور مختلف وارڈوں میں تقسیم تھا، ہر وارڈ کی نگرانی کے لیے ایک افسر مقرر ہوتا تھا۔ علاوہ ازیں ہر طبقے کے مفادات کی نگہداشت کے لیے انجمنیں قائم تھیں۔ میونسپل و بلدیاتی امور کی انجام دہی کے لیے قاضی، محتسب، کوتوال اور عامل دن رات کام کرتے تھے۔ ہر سڑک کے کونے پر امنِ عامہ کی نگرانی کے لیے سنتری (اصحاب الارباع) کھڑے ہوتے تھے۔

---

[1] عربوں کا نظامِ حکومت (بزبانِ انگریزی) مصنفہ ڈاکٹر حسینی صہ ۲۵۲

[2] ہماری عظیم تہذیب۔ ڈاکٹر غلام جیلانی برق صہ ۹۷

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بغداد میں پینے کے پانی کی فراہمی کے لیے موثر انتظامات تھے۔ دریائے دجلہ سے کئی ندیاں اس مقصد کے لیے نکالی گئی تھیں۔ علاوہ ازیں سینکڑوں بند، تالاب، حوض اور ٹینکیاں تعمیر کی گئی تھیں۔ ان اقدام سے یہاں پینے کے پانی کی فراہمی کا کوئی مسئلہ نہ تھا۔ شہر کی سڑکوں پہ صفائی، کوڑا کرکٹ اٹھانے اور دیگر شہری سہولتوں کی دیکھ بھال کرنے کے لیے عہدیدار اور کارکن مقرر تھے۔ سڑکوں پہ ہر روز گلاب اور کیوڑے کا عرق چھڑکا جاتا تھا۔ محلّات میں چاندی اور سونے کے شمعدان، مرصّع فانوس اور ان میں عنبریں شمعیں رات بھر نور و خوشبو کا عالم رچائے رکھتی تھیں۔[۱] ایک مورّخ لکھتا ہے کہ رات کے وقت چوک اور گلیاں چراغوں سے روشن کی جاتی تھیں، اور غلاظت رفع کرنے کے لیے تسلی بخش انتظامات تھے۔[۲]

دریائے دجلہ کے دونوں کناروں پہ چالیس چالیس فٹ چوڑی سڑکیں تعمیر تھیں جو کہ شہر سے میلوں تک جاتی تھیں۔ یہاں لوگ سیر و تفریح کیلئے بھی صبح و شام جاتے تھے۔ بغداد کے گھاٹ میلوں تک پھیلے ہوئے تھے۔ جہاں تفریحی مقاصد کے لیے کشتیاں کھڑی رہتی تھیں۔ ان کشتیوں میں سوار ہو کر لوگ دریا کی سیر کا لطف بھی اٹھاتے تھے اور مچھلی کا شکار بھی کرتے تھے۔

تعلیم و تدریس کے لیے یہاں کئی مدارس اور مکتب قائم تھے۔ مدرسہ نظامیہ بغداد یہاں کی مشہور یونیورسٹی تھی جہاں چار دانگ عالم سے آ کر لوگ علم

---

[۱] ہماری عظیم تہذیب۔ ڈاکٹر غلام جیلانی برق صہ ۳۳

[۲] عربوں کا نظام حکومت۔ مصنفہ ڈاکٹر حسینی صہ ۲۵

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی روشنی سے فیضیاب ہوتے تھے۔ بیت الحکمت کو علمی و سائنسی مرکز ہونے کی حیثیت سے ایک خاص مرتبہ حاصل تھا جس سے اس زمانہ کے بڑے بڑے علماء وابستہ تھے۔ یہاں دن رات یونانی و رومی علوم کو عربی زبان میں منتقل کرنے کے لیے کام ہوتا تھا۔ کتابوں کی دکانوں پر ہر روز شام کو علمی مباحثے ہوتے تھے اور اس طرح بغداد میں ایک اچھا خاصا علمی ماحول قائم ہو گیا تھا۔ صحتِ عامہ کی خاطر یہاں بیسیوں شفاخانے اور ڈسپنسریاں تھیں جہاں لوگوں کو مفت علاج کی سہولتیں فراہم کی جاتی تھیں۔ بغداد کاروباری اور تجارتی لحاظ سے بھی دنیا بھر میں مشہور تھا۔ تجارتی سامان سے لدے ہوئے جہازوں اور کشتیوں کی ہر وقت آمدورفت رہتی تھی۔ بغداد کے بازار پُررونق اور یہاں کی دکانیں ہر قسم کے سامان سے بھری ہوتی تھیں۔ لوگ بہت خوشحال تھے اور بغداد دنیا میں "ملکۂ عالم" کے نام سے مشہور تھا۔

قاہرہ

قاہرہ کی بنیاد مسلمانوں کے عہد میں ۹۶۹ء میں پڑی۔ شہر کے ارد گرد مضبوط فصیل تعمیر ہوئی جس میں شہر میں داخل ہونے کے لیے کئی دروازے تھے۔ قصر الکبیر الشرقی، قصر المعزی، قصر الغربی اور قصر البحر یہاں کی مشہور شاہی عمارتیں تھیں۔ علاوہ ازیں امراء اور وزراء کی رہائش گاہیں بھی کم خوبصورت نہ تھیں۔ یہ چاروں طرف خوبصورت باغات سے گھری ہوئی تھیں۔ شہر میں کئی مدرسے، مسجدیں اور کاروان سرائے تھیں جن میں مسافروں کے قیام و طعام کا بندوبست ہوتا تھا۔ عورتوں اور مردوں کے لیے علیحدہ علیحدہ سینکڑوں حمام تھے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قاہرہ کا انتظام بھی عباسیوں کے خطوط پر چل رہا تھا. جہاں بلدیاتی فرائض کی انجام دہی کے لیے کئی مامورین کام کر رہے تھے ۔ پینے کے پانی کی فراہمی صفائی اور روشنی کا انتظام بڑا عمدہ تھا۔ علوم و فنون کی ترقی کے لیے قاہرہ میں بھی بغداد کی طرح دارالحکمت قائم تھا جس کے ساتھ بڑے بڑے علماء منسلک تھے۔

علم و فن میں اپنی دلچسپی کے پیشِ نظر خلفاء میں علمی مجلسیں منعقد کرنے کا رواج تھا ۔ تعلیم پر ہزاروں روپے خرچ کیے جاتے تھے. ابنِ بطوطہ ۱۳۲۵ء میں قاہرہ میں وارد ہوا اور کئی دن یہاں قیام کیا۔ وہ بیان کرتا ہے کہ قاہرہ ایک وسیع شہر تھا اور اس شہر کی وسعت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ صرف اُن سقوں کی تعداد جو اونٹوں پر پکھال لاد کر پانی پلاتے ہیں، بارہ ہزار ہے اور تیس ہزار دکانیں لکڑیوں کی ہیں ۔ یہاں ہزاروں کشتیاں نیل کے ساحل پر چلتی ہیں ۔ پھر وہ بیان کرتا ہے کہ قاہرہ کے مقابل دریائے نیل کے اس کنارہ پر ایک مقام ہے جسے یہاں کے لوگ "روضہ" کہتے ہیں ۔ یہ نہایت عمدہ تفریح گاہ اور پُرفضا مقام ہے۔ یہاں عمائد مصر کے عمدہ عمدہ اور دلچسپ باغات ہیں. اہلِ مصر کو سرود و طرب اور عیش و نشاط بہت مرغوب ہے ۔ ایک مرتبہ ملک ناصر کے ہاتھ میں کچھ چوٹ آ گئی تھی، جب اسے صحت ہوئی تو لوگوں نے نہایت اہتمام سے جشنِ طرب منایا. مجھے بھی اسے دیکھنے کا اتفاق ہوا ۔ تمام شہر کے بازار آراستہ کیے گئے اور ہر شخص نے اپنی اپنی دکانیں خوب سجائی تھیں اور عمدہ عمدہ ریشمی اور قیمتی کپڑے اور گراں بہا زیور لٹکائے تھے اور چراغاں کیا تھا۔ یہ بازارِ جشن کئی دن تک برابر گرم رہا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھر ابنِ بطوطہ یہاں کی مشہور مسجد، مسجد عمرو بن العاص، مدارس، بسیار ستانوں زاویوں، دریائے نیل اور الہرام کا بھی ذکر کرتا ہے۔ ۱؎

قرطبہ

قرطبہ اندلس میں اموی سلطنت کا دارالخلافہ اور مشہور شہر تھا۔ اگرچہ یہ شہر اسلامی سلطنت کے قیام سے پہلے موجود تھا، لیکن اس کی اصل تعمیر و ترقی مسلمانوں کے عہد میں ہوئی۔ عبدالرحمٰن اوّل نے سب سے پہلے اس کی طرف توجہ دی اور کئی عمارات تعمیر کیں۔ ان عمارات میں جامع مسجد قرطبہ کی تعمیر کا آغاز اس کا قابلِ ذکر کارنامہ ہے۔ اس مسجد کو وہ جامع دمشق یا بغداد کے برابر تعمیر کرنا چاہتا تھا۔

اس کی تمام تر کوششوں کے باوجود یہ مسجد اس کی زندگی میں پایۂ تکمیل کو نہ پہنچ سکی۔ مسجد کے علاوہ اس نے قرطبہ کی خوبصورتی اور اس کی شان و شوکت بڑھانے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ حسین عمارات، دلفریب اور دلربا محل تعمیر کیے۔ پُرفضا باغات، ہرے بھرے باغیچے، سرسبز و شاداب درخت اور ہری بھری بیلیں لگوائیں۔ علاوہ ازیں مسافروں کو سہولت پہنچانے کے لیے صاف ستھری سڑکیں اور آرام دہ سرائیں بنوائیں۔ ۲؎

شہر کی تعمیر و ترقی کا یہ سلسلہ عبدالرحمٰن اوّل کے جانشینوں نے بھی جاری رکھا۔ ہشام نے نہ صرف مسجد اموی کی تعمیر مکمل کروائی، بلکہ دریائے الکبیر پر ایک پُل بھی بنوایا۔ شہر میں بڑے بڑے باغات، حوض، مسجدیں، منبر تعمیر کروائے، پُرتکلف

۱؎ سفرنامہ ابنِ بطوطہ اردو ترجمہ رئیس احمد جعفری

۲؎ تاریخ اندلس مصنفہ عبدالقوی ضیاء صہ ۱۸۱

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حمام بنوائے، جگہ بہ جگہ باغات لگوائے۔ ان میں چھوٹی چھوٹی نہریں اور فوارے لگوائے، تاکہ زینت میں اضافہ ہو۔ سڑکوں کو چوڑا کرایا اور ان کی مضبوطی پر خاص توجہ کی۔ [1]

یوں تو ہر حکمران نے قرطبہ کی تعمیر و ترقی میں دلچسپی لی، لیکن جس حد تک اس شہر نے عبدالرحمٰن ثالث کے عہد میں پیش رفت کی، اس کی مثال ملنی محال ہے۔ الزہرا کی تعمیر اس کا ناقابلِ فراموش کارنامہ ہے۔ اس کی تعمیر کے متعلق ایک مصنف رقمطراز ہے کہ یہ محل الناصر نے اپنی پیاری اور چہیتی کنیز الزہرا کی خواہش پر بنوایا تھا۔ یہ قرطبہ سے چار میل کے فاصلہ پر جبل العروس کی دلفریب اور خوش کن فضا میں تعمیر کیا گیا تھا..... شاہی محل کے علاوہ اس میں شہزادگان، رشتہ داروں، حرمِ خاص، شاہی رسالہ، ملازمین اور باڈی گارڈوں کے لیے علیحدہ قطعات تھے۔ شاہی فوج کے لیے بھی مکانات کا انتظام تھا۔ اس طرح ان عمارات نے ایک شہر کی حیثیت اختیار کر لی اور ان کو "قصرالزہرا" کی بجائے "مدینۃ الزہرا" کا نام دیا گیا۔ [2]

مؤرخین کا کہنا ہے کہ اس کی تعمیر پہ کم از کم ایک کروڑ پچاس لاکھ دینار سُرخ کی لاگت آئی تھی جو اس زمانہ کے لحاظ سے ایک خطیر رقم تھی۔ اس محل کی لمبائی چار میل اور چوڑائی تین میل تھی۔ اس کی تعمیر میں ۲۵ سال کا عرصہ لگا تھا، اور اس کی تعمیر میں روزانہ کئی ہزار افراد کام کرتے تھے۔ اس میں مختلف قسم کے پتھر استعمال کیے گئے جو کہ ملک کے مختلف صوبوں اور فرانس، قسطنطنیہ اور اٹلی سے منگوائے۔

---

[1] تاریخ اندلس مصنفہ عبدالقوی ضیاء صہ ۲۴۸
[2] ایضاً۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتب

www.KitaboSunnat.com

مدینۃ الزہرا کو آب رسانی کے لیے عبدالرحمٰن الناصر نے ۳۱۹ ھ کے شروع میں ایک نہر نکلوائی جو کہ مہندسی کا ایک شاندار نمونہ تھا۔ مصرف کے بعد اس کا پانی دریا میں گر جاتا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ جب پہلی بار نہر میں پانی رواں کیا گیا تو اس روز الناصر نے محل میں تمام ارباب سلطنت کی دعوت کے لیے ایک بڑی تقریب منعقد کی اور مہندسین و صناعین کو بڑے بڑے انعامات دیے۔[1]

الزہرا کی تعمیر کے علاوہ عبدالرحمٰن الناصر نے اپنی توجّہ جامع مسجد قرطبہ کی طرف منعطف کی اور اس میں خاطر خواہ اضافے کر کے اسے ایک شاندار عمارت میں تبدیل کر دیا۔ دیگر زیب و زینت کے علاوہ اس میں روشنی کا انتظام بے نظیر تھا۔ مورخین لکھتے ہیں کہ اس مسجد میں دس ہزار جھاڑ رات کو روشنی کے لیے جلا کرتے تھے۔ بڑے جھاڑ میں ایک ہزار چار سو اسی پیالے روشن ہوتے تھے۔

بقول ایک دوسرے مصنّف کے مسجد کے چراغوں کی روشنی قرطبہ کے باہر کئی میلوں تک دیکھی جا سکتی تھی۔

قرطبہ ایک خوبصورت شہر تھا اور اس کی زینت اور خوبصورتی کا کوئی اندازہ ہی نہ تھا۔ اس کو بجا طور پر عروس البلاد کہا جاتا تھا۔ فلپ کے حطی مشہور مغربی مورّخ عبدالرحمٰن ثالث کے عہد میں[2] قرطبہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ اس کے زمانہ میں قرطبہ بہت بڑا شہر بن گیا۔ اس میں

---

[1] تاریخ اندلس مصنفہ عبدالقوی ضیاء صہ ۲۵۴

[2] اور یہی زمانہ قرطبہ کے عروج کا زمانہ تھا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک لاکھ تیرہ ہزار گھر، ستر لائبریریاں، میلوں پختہ گلیاں اور ہزاروں مساجد تھیں۔ رات کو شہر میں روشنی ہوتی تھی۔ باقی یورپ کا یہ حال کہ پیرس اور لندن جیسے شہروں کی گلیاں کیچڑ سے اَٹی رہتی تھیں اور وہاں سات سو سال بعد تک کسی گلی میں کوئی لیمپ نصب نہیں ہوا تھا۔ [۱]

شہر کی لمبائی ۲۴ میل اور چوڑائی چھ میل تھی۔ سارے شہر میں آٹھ بڑے دروازے تھے۔ پورا شہر ۲۷ محلوں میں منقسم تھا۔ جامع مسجد کے علاوہ ۲۸ ہزار مسجدیں، سات سو حمام [۲] اور ۸۰ ہزار دکانیں تھیں۔ شہر کی آبادی شروع میں پانچ لاکھ سے کچھ زیادہ تھی، لیکن مدینۃ الزہرا کے بننے کے بعد اس کی آبادی میں کافی اضافہ ہوا اور سید امیر علی کے بیان کے مطابق اس کی آبادی دس لاکھ تک پہنچ گئی۔

شہر میں کئی خوبصورت بازار تھے جن کے دونوں طرف مال و اسباب سے سجی ہوئی دکانیں ہوتی تھیں۔ قرطبہ صنعت و تجارت کا ایک بہت بڑا مرکز تھا۔ بقول ایک مصنف کے یہاں کی تجارت کو اس قدر فروغ تھا کہ یہاں آنے والے مال پر جو محصول وصول کیا جاتا تھا وہ ملکی آمدنی

---

[۱] دی عربس (مختصر تاریخ) فلپ رکے۔ حتی صہ ۱۲۹

نوٹ۔ سید امیر علی نے شاہی محلوں اور امراء کے رہائشی مکانوں کی تعداد ۶۰ ہزار اور عام لوگوں کے رہائشی مکانوں کی دو لاکھ بتائی ہے۔ مختصر تاریخ مصنفہ سید امیر علی صہ ۸۰۔ لین پول رؤساء اور امرا [illegible] نوں کی تعداد ۵۰ ہزار لکھتا ہے اور عام لوگوں کے رہائشی مکانوں کی تعداد ایک لاکھ سے زیادہ بتاتا ہے۔ موزرانِ سپین۔ مصنفہ لین پول صہ ۱۳۵

[۲] ایک دوسرے مصنف کے مطابق حماموں کی تعداد ۹۰۰ تھی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا ایک بہت بڑا حصّہ ہوتا تھا۔

قرطبہ کی سڑکیں کشادہ اور صاف ستھری تھیں اور اتنے بڑے شہر میں گندگی اور بیماریوں کا نام ونشان نہ تھا۔ صفائی کے تمام اصول برتے جاتے تھے اور غلاظت رفع کرنے کے عمدہ انتظامات تھے۔ سارے شہر میں فوارے لگے ہوئے تھے اور حوض بنے ہوئے تھے۔ ایک یورپی مورّخ بیان کرتا ہے کہ قرطبہ کی عمارات کا سلسلہ دس میل باہر تک پھیلا ہوا تھا اور اس تمام فاصلہ پر سڑک کے کنارے رات کو روشنی ہوتی تھی۔ [۱]

شہر میں مدرسوں اور سکولوں کا جال بچھا ہوا تھا۔ ایک مغربی مورّخ لکھتا ہے کہ ایک وقت میں قرطبہ میں کوئی آدمی ایسا نہ تھا جو کہ پڑھا لکھا نہ ہو۔ غریب بچّوں کو مفت تعلیم دی جاتی تھی اور ان کا دوسرا تمام خرچہ حکومت برداشت کرتی تھی۔ حکم ثانی کے زمانہ میں طالب علم کو کھانا پینا اور کپڑا بھی حکومت کی طرف سے دیا جاتا تھا۔ دارالعلوم قرطبہ یا قرطبہ یونیورسٹی زمانہ بھر میں مشہور تھی۔ جہاں بڑے بڑے جیّد علماء تعلیم و تدریس کے لیے متعیّن تھے۔ یہاں تک کہ یورپ کے مختلف حصّوں سے آکر لوگ یہاں علم حاصل کرتے تھے۔ اساتذہ کو حکومت کی طرف سے تنخواہ دی جاتی تھی۔ قرطبہ کی لائبریری بھی یادگار تھی۔ اس میں ۲۴ لاکھ کتابیں موجود تھیں۔ عورتوں کے لیے علوم و فنون کے دروازے کھُلے ہوئے تھے۔ قرطبہ کے رہنے والوں کے لیے لیڈی ڈاکٹر کوئی نئی بات نہیں تھی۔ [۲]

---

[۱] سپین (مختصر تاریخ) مصنّفہ ہنری۔ ڈی سیج وک صد ۳۹

[۲] اسلامی تاریخ و تہذیب۔ باری علیگ ۱۲۸

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دمشق اور بغداد کی طرح قرطبہ کا نظامِ آب رسانی بھی بے مثال تھا۔ عبدالرحمٰن الداخل نے برسرِ حکومت آنے کے بعد قرطبہ کی تعمیر و ترقی کا آغاز کیا تو جامع مسجد کی تعمیر کے ساتھ ہی اس نے قرطبہ کو پینے کا پانی فراہم کرنے کی طرف توجّہ کی۔ اس مقصد کے لیے اس نے ایک بند تعمیر کیا اور قریبی پہاڑوں سے پانی لانے کے انتظامات کیے۔ شہر کے قریب ایک بڑا تالاب بنوایا جو صاف شفاف پانی سے بھرا رہتا تھا اور وہاں سے سیسے کی نالیوں کے ذریعہ سے پانی شہر کو مہیّا کیا جاتا تھا۔ ہر گھر کے ساتھ پانی کے لیے حوض اور ٹینکیاں تعمیر کی گئی تھیں جو کہ عام طور پر یونانی سنگِ مرمر یا پیتل کی ہوتی تھیں۔ بعض شاہی محلوں میں یہ سونے چاندی کی بنی ہوتی تھیں۔ ہر گھر میں تازہ اور صاف شفاف پانی مہیّا کیا جاتا تھا اور ہر گھر میں ایک باغیچہ اور پھول پھلواڑی اُگی ہوتی تھی۔ فوّارے چل رہے ہوتے تھے۔ عبدالرحمٰن اوّل یا عبدالرحمٰن الداخل نے جس کام کی ابتدار کی تھی، اس کے جانشینوں نے بھی اس کو جاری رکھا۔

شہر کی بڑھتی ہوئی ضروریات کے پیشِ نظر عبدالرحمٰن الناصر یا عبدالرحمٰن الثالث نے ایک دوسرا بند تعمیر کروایا جیسا کہ مدینۃ الزہرا کے سلسلہ میں بیان کیا جا چکا ہے کہ شہر میں مہیّا کرنے کے بعد وافر پانی واپس دریا میں جا گرتا تھا۔ [1] خوبصورت عمارات محلوں، مسجدوں، مدرسوں، روشنی، صفائی اور آب رسانی کے عمدہ انتظامات نے قرطبہ کو وہ شان بخشی تھی کہ بغداد کے علاوہ کوئی شہر اس کے ہم پلّہ نہ تھا۔

---

[1] حوالہ کے لیے دیکھیے صہ ۵۱۶ مختصر تاریخِ اسلام مصنفہ سید امیر علی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرطبہ مرکزی اور صوبائی دارالخلافہ بھی تھا۔ رئیس الحکومت اور والیٔ صوبہ کے تمام محکموں اور اہلکاروں کے دفاتر یہاں واقع تھے۔ ہر محکمہ کا نگران ایک وزیر تھا اور پھر اس کے ماتحت سیکرٹری کام کرتے تھے۔

بلدیاتی انتظام کے لیے قاضی الجمع [1] (قاضی القضاۃ) نائب قاضی، محتسب، صاحب المدینہ (کوتوال) صاحب اللّیل [2]، عمّال اور دیگر عملہ متعیّن تھا۔ آب رسانی کے انتظامات اور دیگر تعمیراتی کاموں کی نگرانی کے لیے مہندسین اور انجینئر متعیّن تھے۔ ان عہدیداروں کے علاوہ بغداد اور مشرق کے دوسرے شہروں کی طرح یہاں بھی ایک شہری کونسل کام کر رہی تھی۔ گیارھویں صدی کے وسط میں جب ملک میں طوائف الملوکی کا دور دورہ ہوا اور اندلس کا ہر شہر مرکز سے کٹ گیا تو قرطبہ کی شہری کونسل نے ایک پارلیمنٹ اور ایگزیکٹو کونسل کی شکل اختیار کر لی اور قرطبہ کو ایک جمہوریت میں بدل دیا۔

شہر میں تجارت کے لیے آنے والے مال پر محصول سے حاصل ہونے والی آمدنی لاکھوں دینار تک پہنچتی تھی۔ علاوہ ازیں بازاروں کے محصولات اور دیگر بلدیاتی ٹیکسوں سے بھی بڑی رقوم جمع ہوتی تھیں۔ ایک آدھ عہدہ کے اضافہ اور بعض عہدوں کے ناموں میں تبدیلی کے علاوہ شہروں کا انتظام مشرق کے اسلامی شہروں کے خطوط پر چل رہا تھا۔ سپین میں چھوٹے شہروں میں والی کے بجائے قائد مقرر ہوتے تھے۔ الحکم ثانی کے زمانہ میں قرطبہ

---

[1] سپین میں قاضی القضاۃ کو قاضی الجمع کہا جاتا تھا۔

[2] یہ محکمہ پولیس کا عہدیدار ہوتا تھا جو کہ رات کو اپنے عملہ کے ساتھ بازاروں اور محلوں میں گشت کرتا تھا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے علاوہ اندلس کے ہر چھوٹے بڑے شہر میں مدرسے قائم کیے گئے۔

ڈوزی اور ابنِ خلدون اس بات پر متفق ہیں کہ کل آمدنی کا ایک تہائی حکومت کے کاموں پر خرچ کیا جاتا تھا۔ دوسرا حصّہ بیت المال میں نازک واقعات یا ہنگامی صورتِ حال کے لیے جمع رہتا تھا اور ایک حصّہ تعمیرات اور توسیعات پر خرچ ہوتا تھا۔ مختصر یہ کہ قرطبہ دنیا بھر میں بے مثال اور مسلمانوں کے اعلیٰ شہری اور تمدّنی ذوق کی منہ بولتی تصویر تھا۔

اشبیلیہ

مسلمانوں کے زمانہ میں قرطبہ کے بعد اشبیلیہ سپین کا دوسرا بڑا شہر اور خوبصورتی کے لحاظ سے بے مثال تھا۔ اس کی آب و ہوا صاف ستھری اور موسم نہایت خوشگوار تھا۔ اس کے گلی کوچے کشادہ تھے، جن کے دونوں طرف خوبصورت عمارات تھیں۔ مکانوں کے صحن نارنگی، لیموں اور دوسرے پھل دار پودوں اور پھول دار جھاڑیوں سے مزیّن تھے۔

ایک قدیم عربی مورّخ اشبیلیہ کا ذکر ان الفاظ میں کرتا ہے۔ یہاں کے دریا میں بہتر میل تک مدوجزر آتا ہے۔ دونوں کناروں پہ سیر گاہیں اور باغات ہیں جو ایک دوسرے سے ملے ہوئے چلے جاتے ہیں۔ یہ باغات دریا کو اور بھی مزیّن کیے ہوتے ہیں۔ ایک عقیل سیاح سے جو مصر دیکھ آیا ہے، مَیں نے دریائے نیل کے متعلق پوچھا تو اس نے کہا کہ اس کے کناروں پہ سیر گاہیں اور باغات نہیں ہیں، اس لیے وہ اشبیلیہ سے مقابلہ نہیں کر سکتا۔ ایک اور شخص جو بغداد کی سیر کر آیا ہے، کہتا ہے کہ بغداد کو وہ بات حاصل نہیں ہے جو اشبیلیہ کو ہے کہ یہاں کی تمام وادی سے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسرت ہی ٹپکتی ہے .... یہاں کے رہنے والے ازروئے ارواح وطبائع نہایت نازک ولطیف واقع ہوئے ہیں.

بڑے بذلہ سنج و نوادر گو ہیں .... اشبیلیہ کی خوبیاں اقطارِ عالم میں مشہور ہیں۔ یہاں کے زیتون کا تیل اسکندریہ تک جاتا ہے۔ یہاں کی عمارات انتخابِ زمانہ ہیں اور ان کے باشندے باعثِ افتخارِ عالم۔ زیتون کے باغات میں یہ عمارات ایسی معلوم ہوتی ہیں جیسے کہ آسمان پر ستارے۔

وہ مزید لکھتا ہے کہ یہاں کے تر اور خشک میوے دُور دُور پہنچتے ہیں۔ ان کی اکثر قسمیں بہت ہی عمدہ ہیں۔ عمارات مضبوطی اور خوبصورتی میں مشہور ہیں۔ اکثر شہروں میں نہریں جاری ہیں اور درختوں کی بہتات ہے۔ خصوصاً نارنگی، لیموں، لیم اور ربنوع وغیرہ۔ یہاں ہر فن کے بے شمار مشہور کامل علماء موجود ہیں۔ [1]

اشبیلیہ ایک زمانہ میں صوبائی دارالحکومت بھی تھا جہاں صوبہ کے تمام دفاتر واقع تھے اور گورنر کے علاوہ دیگر صوبائی اور بلدیاتی ملازمین بھی رہائش پذیر تھے۔ سپین میں امویوں کے زوال اور انحطاط کے بعد اشبیلیہ میں بنو عباد نے ایک خود مختار ریاست قائم کی [2] جس کا پایۂ تخت یہی شہر تھا۔

---

[1] نفخ الطیب۔ از مقری صد ۴۳۴ - ۴۳۲

[2] اسلامی سپین کی سیاسی تاریخ مصنفہ ایس۔ ایم امام الدین صد ۱۴۷

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غرناطہ

غرناطہ بھی مسلمانوں کے زمانہ میں اندلس کا مشہور اور خوبصورت شہر تھا۔ اس کے عقب میں برف سے ڈھکی ہوئی چوٹیاں تھیں اور سامنے ایک وسیع و زرخیز میدان جو اس قدر سرسبز و شاداب تھا کہ عرب تاریخ نگار اسی کی بنا پر غرناطہ کو زمرّدوں سے بھرا ہوا پیالہ کہتے تھے۔ اس میں بیشمار باغات تھے جو کہ پھلوں سے لدے ہوتے تھے۔ شہر کے بازار خوبصورت تھے، عمارتیں عالیشان، گلی کوچے اور سڑکیں کشادہ اور پختہ تھیں۔

شہر کے ارد گرد مضبوط فصیل تھی جس میں بیس دروازے داخلہ کے لیے تھے اور فصیل کے اوپر ایک ہزار تیس بُرج۔ شہر میں پینے کے پانی کی فراوانی تھی۔ ہر گھر کے ساتھ باغیچہ موجود تھا جس میں نارنگی اور لیموں وغیرہ کے درخت اور آرائشی پھولدار جھاڑیاں اور پودے لگے ہوتے تھے۔ ہر گلی میں لوگوں کی سہولت کے پیشِ نظر پانی کے دھارے بہہ رہے تھے۔ پندرھویں صدی عیسوی کے وسطی زمانہ کے قریب غرناطہ کی آبادی چار لاکھ کے لگ بھگ تھی۔[1]

سب سے بڑھ کر غرناطہ کی وجہ شہرت الحمرا کے محلّات تھے۔ شہر کے قریب پہاڑ کی چوٹی پر ابن الاحمر نے ایک قلعہ نما محل الحمرا کے نام سے تعمیر کروایا جس میں چالیس ہزار آدمیوں کی گنجائش تھی۔ الحمرا فنِ تعمیر کا ایک نادر نمونہ تھا۔ اس میں بیسیوں کمرے، کئی ہال اور دالان تھے۔ صحن میں پانی کے کئی چشمے، حوض اور فوّارے تھے جن میں ہر وقت صاف اور

---

[1] بحوالہ مختصر تاریخ اسلام۔ مصنفہ سیّد امیر علی صہ ۵۶۷

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مصفّا پانی رواں رہتا تھا اور محل کے اندر لگائے ہوئے پھولوں اور پودوں کو سیراب کرتا رہتا تھا۔

الحمرا کے بالمقابل پہاڑی کی ڈھلوان پر ایک مسجد جامع العارف کے نام سے تعمیر کی گئی تھی۔ یہ بھی ایک شاندار عمارت تھی جس میں درخت، پھول اور باغیچے تھے اور بہتے پانی کی نالیاں جو کہ فرازِ کوہ سے آتی تھیں اور مسجد کے صحن سے ہوتی ہوئی مسجد کے گرد لہلہاتے درختوں اور جھاڑیوں میں گم ہو جاتی تھیں۔ ایک عرب مؤرّخ غرناطہ کے متعلق لکھتا ہے کہ "یہ مقام اندلس کا گویا دمشق ہے۔ یہاں پہنچ کر آنکھوں میں نور اور طراوت آتی ہے۔ اس کے دیار، بازاروں اور حماموں میں نہر رواں ہے۔ اندرون و بیرونِ شہر باغات سے مزیّن ہے۔" [۱]

غرناطہ اوّل دور میں صوبائی صدر مقام تھا، لیکن بنو امیّہ کے زوال کے بعد جب طوائف الملوکی کا دور آیا تو یہ شہر بنو احمر کی ریاستِ غرناطہ کا پایۂ تخت بھی قرار پایا۔ سلطان کے تمام محکمے اور رہائش الحمرا میں تھی۔ شہر کا انتظام قرطبہ کے خطوط پر چل رہا تھا کیونکہ حکمرانِ غرناطہ ہر لحاظ سے امویوں کے مقلّد ہونے کا دعویٰ کرتے تھے۔ شہر میں زیادہ تر میونسپل فرائض محتسب، قاضی، صاحب المدینہ اور صاحب اللیل انجام دیتے تھے۔ رات کے وقت شہر کے دروازے بند کرنے پر مامور عملہ کے ارکان کو درابون کہا جاتا تھا۔ وہ رات کو لیمپ ہاتھ میں اٹھائے شہر میں گشت بھی کرتے تھے۔ محکمہ مالیات کے سربراہ کو صاحب الاشغال کہا جاتا تھا۔ اس کے ذمّہ ٹیکسوں کا نفاذ،

---

[۱] نفح الطیب۔ معنفہ مقری صہ ۴۳۸۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محصولات اکٹھے کرنا، افسرِ خزانہ کے فرائض انجام دینا ہوتا تھا۔ [1]

تعمیراتی کاموں کی نگرانی کے لیے مہندسین اور انجینئر مامور تھے۔ غرناطہ کے حکمران بھی قرطبہ کے امویوں کی طرح علوم و فنون کے مربّی اور تعلیم و تدریس کے دلدادہ تھے۔ شہر میں بے شمار سکول، مدرسے اور لائبریریاں تھیں۔ صحتِ عامہ اور صفائی کا بہت عمدہ انتظام تھا۔ غرناطہ یونیورسٹی میں نہ صرف مسلمان بلکہ عیسائی اور یہودی پروفیسر بھی تبحرِ علمی کی بنیاد پر مقرر تھے۔ شاہانِ غرناطہ کی علم دوستی کی وجہ سے یہ شہر بڑے بڑے جیّد عالموں، فقیہوں، سائنس دانوں، شاعروں اور ادیبوں کا مسکن بن گیا۔ غرناطہ میں مسلمانوں نے عوام کی روزمرہ کی سہولیات کے پیشِ نظر رفاعی کاموں پر بڑی بڑی رقوم خرچ کیں جس کی وجہ سے یہ بھی ایک شاندار شہر اور تہذیب و تمدّن کی منہ بولتی تصویر تھا۔

قرطبہ، اشبیلہ اور غرناطہ کے علاوہ مالقہ، مریہ، مرسیہ، بلنسیہ وغیرہ مشہور شہر تھے جو قدرتی نظاروں، آبِ رواں، خوشگوار موسم، معتدل آب و ہوا، خوبصورت عمارات اور عمدہ شہری و مدنی روایات کے لیے قابلِ ذکر تھے۔ ان شہروں کا ذکر مشتے از خروارے ہے، وگرنہ مسلمانوں کے زمانہ میں مملکتِ اسلامیہ کا ہر شہر اپنے نظم و نسق، ذرائع آمدن، بلدیاتی زندگی، شہری تمدّن، روزمرہ کی سہولیات، علمی و فنی سرگرمیوں، صنعت و تجارت، صحت و صفائی، آب رسانی، پانی کے نکاس کے انتظامات اور شہریوں کی اعلےٰ معاشرتی روایات کی وجہ سے رشکِ جہاں بنا ہوا تھا۔ ابن بطوطہ نے چودھویں

---

[1] مختصر تاریخ اسلام۔ سید امیر علی صد ۵۷۳

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صدی عیسوی کے تقریباً آغاز میں درجنوں اور بیسیوں اسلامی شہروں کا سفر کیا، اور وہاں کئی کئی دن قیام بھی کیا اور ایک سیّاح اور مبصر کی حیثیت سے اپنے سفرنامہ میں ان کا حال قلمبند کیا۔ وہ جہاں بھی گیا اُسے کشادہ گلی کوچے، شاہراہیں، شاندار عمارات، مدرسے، مسجدیں، شفاخانے، تعلیمی مراکز، کتب خانے، لائبریریاں، تکیئے، زاویے، ہوسٹل، سرائیں، سرد و گرم حمام، تالاب، بند، پل، مستحکم قلعے، برج، قدرتی مناظر، لہلہاتے کھیت، سرسبز و شاداب پودے، چراگاہیں، مرغزار، باغات، پھل پھول، خوش فضا میدان، باغات، آبِ رواں کی نہریں، صاف و شفاف پانی کے چشمے نظر آئے۔ سادہ، خداترس، مہمان نواز، فیاض، سخی، نیک، دیندار، صاف گو، راست باز، خوش خلق، خوش وضع اور خوش پوشاک لوگ ملے۔ اور علماء، فقہاء، قضاۃ، قراء، حفّاظ اور محدثین سے اس کی صحبتیں اور مجلسیں ہوئیں۔ انصاف پسند، رعایا پرور، متدین، ادب نواز، علم دوست، ترقی پسند حاکمانِ شہر کے پاس حاضر ہونے کے مواقع ملے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اختتامیہ

مسلمانوں کے ہاں بلدیاتی نظام کا مقصد شہری تہذیب و آرائش اور دیگر روزمرہ کی سہولیات مہیا کرنا تھا۔ مسلمانوں کے زمانہ میں والیٔ شہر ایک بااختیار عہدیدار تھا جس کا دائرۂ اختیار آج کل کے بلدیاتی اداروں کے سربراہوں کی طرح مخصوص اور محدود نہ تھا۔ اس کے زیرِ نگرانی شہر کا ہر محکمہ ہوتا تھا۔ اس نظام کا مقابلہ آج کے ترقی یافتہ ممالک کے نظام سے کیا جا سکتا ہے۔ جو چیز اسلامی نظام کو ممتاز کرتی ہے وہ شہری سہولیات کی فراہمی کے علاوہ اخلاقِ عامہ کی نگرانی تھی۔

اسلام سے پہلے عرب شہری و تمدنی زندگی کی اعلیٰ اقدار سے بالکل نابلد تھے۔ اس وقت عرب میں مکّہ، یثرب اور طائف کے سوا کوئی قابلِ ذکر شہر موجود نہ تھا؛ لیکن یہ شہر بھی کیا تھے، کچّی پکّی اینٹوں کے بنے ہوئے چند مکانوں کا مجموعہ تھے جن کے گلی کوچے ناپختہ ہونے کی وجہ سے طوفانِ گرد و غبار سے مٹ جاتے تھے۔ مکّہ میں گلی کوچوں کی بحالی کا کام ہر سال حج کے موقع پر کیا جاتا تھا۔ پینے کے پانی کا کوئی مؤثر انتظام نہیں تھا۔ خوشی کے موقعوں کے علاوہ عربوں میں چراغ جلانے کا رواج بہت کم تھا۔

یوں تو اہلِ روم و فارس بھی اپنی تہذیبی و تمدنی ترقی پہ نازاں تھے اور ان کے ہاں بعض مدنی اداروں کا تصوّر پایا جاتا تھا، لیکن وہ بھی صفائی ستھرائی کے اصل مقتضیات سے کماحقہٗ بہرہ ور نہ تھے۔ یہاں تک کہ روم

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا دارالخلافہ جو ان کی تہذیب کا مرکز ہونا چاہیے تھا، نہایت غلیظ اور خستہ حالت میں تھا۔ درحقیقت یہ اسلام تھا جس نے دیگر شعبہ ہائے حیات کے علاوہ بلدیاتی و تمدّنی زندگی میں ایک انقلاب برپا کیا اور مسلمانوں نے ہر گھر میں پانی کی فراہمی کا بندوبست کیا۔ پبلک کے لیے بیت الخلاء بنوائے۔ رات کے وقت روشنی کا انتظام کیا۔ غرضیکہ وہ تمام سہولتیں جو ایک اچھے شہر کے لیے ضروری ہیں مہیا کیں؛ چنانچہ اسلامی ریاست کے وجود میں آنے کے بعد زندگی کے مختلف شعبوں کی داغ بیل پڑی تو مسلمانوں نے تدبیر البلاد اور تہذیب البلاد کے لیے عملی اقدام کیے اور ایسے ادارے، عہدیدار اور محکمے پیدا کیے جن کے ذمہ شہریوں کو روزمرہ کی بلدیاتی سہولتیں بہم پہنچانا تھا۔ شہری اور بلدیاتی تعمیر و ترقی کا آغاز خلافتِ راشدہ کے زمانہ میں ہوا اور عباسی عہد میں یہ عمل نکتۂ عروج کو پہنچ گیا۔

حقیقت ہے کہ مسلمانوں کے زمانہ میں ہر شہر تہذیب و تمدّن کا گہوارہ بھی تھا اور تہذیبی و ثقافتی ترقی کے سلسلہ کی ایک مضبوط کڑی بھی۔ قرونِ وسطیٰ کے ہر اسلامی شہر میں پینے کے لیے صاف شفاف پانی، تعلیم کے لیے مدارس اور لائبریریاں، مریضوں کے لیے ہسپتال، صحتِ عامہ اور تفریح کیلئے باغات اور پارک، پانی کے نکاس کے لیے مؤثر اقدامات، کشادہ اور پختہ گلی کوچے اور عالیشان عمارات کے علاوہ رات کو روشنی کا اعلیٰ انتظام تھا۔ اس وقت اگرچہ بلدیاتی نظام کی تشکیل، کارکردگی اور اس کے عہدیداروں کے فرائض کے متعلق آج کی طرح کوئی مجموعہ قوانین مرتب نہ تھا، لیکن بلدیاتی زندگی کے مختلف پہلوؤں کے متعلق ہدایات، احکامات، فتوے اور راہ نما تصانیف موجود تھیں اور مختلف امور کے متعلق اصول وضع ہو رہے تھے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلمانوں کے عہد میں آج کی طرح بلدیاتی انتخابات کی ہماہمی تو دکھائی نہیں دیتی، لیکن ان کے نظم و نسق میں اسلام کے شورائی نظام کی جھلک ضرور نظر آتی ہے، جیسے ذکر ہو چکا ہے کہ عباسی عہد تک اسلامی قلمرو میں واقع ہر شہر میں ایک نمائندہ کونسل تشکیل دی جا چکی تھی جس کا صدر منتخب ہوتا تھا۔ اور یہ کونسل شہر کے معاملات نمٹانے میں بڑی اہم حیثیت رکھتی تھی۔ اس کے علاوہ مختلف طبقوں اور پیشوں کی نمائندگی کا اہتمام بھی موجود تھا۔ اس نظام کا ایک خاصہ یہ بھی تھا کہ شہروں میں کبھی مالی بحران کا سامنا دیکھنے میں نہیں آتا۔ بلدیاتی مالی ضروریات کے لیے حکومتی وسائل کا ایک حصہ مخصوص تھا جس کی وجہ سے شہری و بلدیاتی خزانہ میں اپنی رقوم ہوتی تھیں کہ ان سے بلدیاتی و میونسپل فرائض کی انجام دہی بآسانی ہو سکے اور رفاہی و عوامی کاموں کی تشکیل میں کوئی رکاوٹ پیدا نہ ہو۔

مسلمانوں کے بلدیاتی نظام کی ایک خصوصیت اس کا اخلاقی رنگ تھا۔ میونسپل فرائض کی ذمہ داری جن عہدہ داروں کے گرد گھومتی تھی، اس عہدہ پہ عالم اور نیک لوگوں کو متعین کیا جاتا تھا۔ یہ لوگ کسی کی رو رعایت کیے بغیر اپنے فرائض کو ایک دینی فریضہ سمجھ کر انجام دیتے تھے۔ ان کے ہاں نہ رشوت کو عمل دخل تھا اور نہ اقربا پروری اور ناجائز حمایت کو۔ اس زمانہ کے خدا پرستانہ انتظام کی وجہ سے ہر شہر میں ایک ایسا معاشرہ وجود میں آیا جس کی بنیاد مذہبیت اور اخلاقی قدروں پہ استوار تھی۔ اس معاشرہ کے لوگ فیاض، صلح کل، دیندار اور مہمان نواز تھے۔ ہر شہر میں مسافروں کے قیام و طعام کا عمدہ انتظام تھا اور شہری معاشرہ میں خوشحالی، امن، ہمدردی کا دور دورہ تھا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضمیمہ

حکومت خود اختیاری کے نقطۂ نگاہ سے مسلمانوں کے ہاں بلدیات میں انجام دیے جانے والے فرائض کا مجمل خلاصہ حسب ذیل ہے:

۱۔ جن شہروں کے گرد فصیل تھی رات کو ان کے دروازے بند کرنے کا بندوبست۔
۲۔ شہریوں کے جان و مال کی حفاظت۔
۳۔ ماپ تول کے پیمانوں کی نگرانی و درستگی۔
۴۔ صحت و صفائی کا انتظام۔
۵۔ تکلیف دہ امور کا انسداد۔
۶۔ اجنبی لوگوں اور مسافروں کی راہ نمائی۔
۷۔ مردم شماری۔
۸۔ مذبح خانوں کی نگرانی۔
۹۔ شہری بیت المال کا قیام۔
۱۰۔ مہمان خانوں کی تعمیر اور بندوبست۔
۱۱۔ سڑکوں اور پلوں کا انتظام۔
۱۲۔ پانی کی فراہمی کا انتظام۔
۱۳۔ گندے پانی کے نکاس کا بندوبست۔
۱۴۔ تعلیم کا بندوبست۔
۱۵۔ ہارٹیکلچر
۱۶۔ محصولات کی وصولی۔
۱۷۔ بازاروں کی تخطیط و نگرانی۔
۱۸۔ روشنی کا بندوبست۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۹۔ تعمیری سرگرمیوں کی نگرانی
۲۰۔ عمارات کی نقشہ بندی اور کنٹرول۔
۲۱۔ ناجائز تجاوزات اور رکاوٹوں کو دُور کرنا۔
۲۲۔ رفاہِ عامہ کے کام۔
۲۳۔ باغوں کی کاشت۔
۲۴۔ سڑکوں کے اردگرد پھولوں اور پودوں کی کاشت۔
۲۵۔ غلاظت رفع کرنا۔
۲۶۔ پارک اور تفریح گاہوں کی تعمیر۔
۲۷۔ ملاوٹ کا انسداد۔
۲۸۔ قیمتوں پر نگرانی۔
۲۹۔ ہنگامی حالات میں امدادی اقدام۔
۳۰۔ جانوروں پر بے رحمی کی روک تھام۔
۳۱۔ اخلاقِ عامہ کی نگرانی و اصلاح۔
۳۲۔ قمار بازی و شراب نوشی کی روک تھام۔
۳۳۔ منڈیوں کی دیکھ بھال۔
۳۴۔ شہروں کی وارڈ بندی کا کام۔
۳۵۔ شہروں میں مختلف ٹیکسوں کا نفاذ۔
۳۶۔ قبرستانوں کا تعین اور بندوبست۔
۳۷۔ مرنے والے لاوارث لوگوں کی حفاظت۔
۳۸۔ تقریبات کا انعقاد۔
۳۹۔ بازار کی قیمتوں پر نگرانی۔
۴۰۔ آگ بجھانا۔
۴۱۔ بھیک اور گداگری کا انسداد وغیرہ۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتابیات

۱۔ قرآن

۲۔ انتخاب صحاح ستہ

۳۔ مختصر تاریخ اسلام — امیر علی

۴۔ عرب ایڈ منسٹریشن — ڈاکٹر حسینی

۵۔ الفاروق — شبلی

۶۔ تاریخ اندلس — عبدالقوی ضیاء

۷۔ اندلس کی سیاسی تاریخ — ایس۔ ایم۔ امام الدین

۸۔ نفح الطیب — مقری

۹۔ پبلک فنانس ان اسلام — ایس۔ اے صدیقی

۱۰۔ البرامکہ — مولانا عبدالرزاق کانپوری

۱۱۔ المامون — شبلی

۱۲۔ ہماری عظیم تہذیب — برق

۱۳۔ احکام السلطانیہ — الماوردی

۱۴۔ اسلام کا نظام حکومت — مولانا حامد انصاری

۱۵۔ سیاست نامہ — خواجہ نظام الملک طوسی

۱۶۔ کیمیائے سعادت — امام غزالیؒ

۱۷۔ ٹیکسٹ بک آف بیسک ڈیموکریسز اینڈ لوکل گورنمنٹ اِن پاکستان — مسعود الحسن

۱۸۔ انگریزی عہد سے قبل ہندوستان میں بلدیاتی و مالیاتی نظام — مصنفہ بی جی بھٹ ناگر

۱۹۔ برما، پاکستان اور ہندوستان میں مقامی حکومت خود اختیاری کی اساسیات — مصنفہ ڈاکٹر ٹنکر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۰۔ آئینِ اکبری	علامہ ابوالفضل ترجمہ مولوی محمد فدا علی صاحب طالب
۲۱۔ سفرنامہ ابنِ بطوطہ	جلد اوّل ۔ دوم
۲۲۔ تہذیبِ اسلامی	محمد پکتھال (اردو)
۲۳۔ تہذیب و تمدّنِ اسلامی	رشید اختر ندوی صاحب
۲۴۔ تاریخِ ارض القرآن	مولانا سید سلیمان ندوی
۲۵۔ مختصر انسائیکلو پیڈیا آف اسلام	(انگریزی) گب
۲۶۔ سپین (مختصر تاریخ)	مصنفہ ہنری ۔ ڈی سیج دک
۲۷۔ مقدمہ ابنِ خلدون	
۲۸۔ حجۃ اللہ البالغہ	شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی (اردو ترجمہ)
۲۹۔ مورزان سپین	لین پول
۳۰۔ مسلمانوں کے سیاسی افکار	پروفیسر رشید احمد
۳۱۔ رُوحِ اسلام اُردُو	سیّد امیر علی
۳۲۔ تشکیلِ انسانیّت	بریفالٹ
۳۳۔ تاریخِ جمہوریت	شاہد حسین رزّاقی
۳۴۔ دستورِ اسلام	مولانا محمد ادریس کاندھلوی
۳۵۔ اسلامی مملکت و حکومت کے بنیادی اصول	محمّد اسد
۳۶۔ اسلام میں ریاست اور فرد کا مقام	ڈاکٹر عبدالکریم زیدان
۳۷۔ اسلامی ریاست ۔ کارکنوں کی ذمہ داریاں اور انکے اوصاف	مولانا امین احسن اصلاحی
۳۸۔ نظامِ اسلامی ۔ مشاہیر کی نظر میں	ترتیب و ترجمہ خلیل احمد حامدی
۳۹۔ اسلام میں قاضی کا منصب	مولانا عبدالسلام ندوی
۴۰۔ اجتماعی زندگی کی ابتداء	پروفیسر محمّد عاقل

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۴۱۔ اسلام کا اقتصادی نظام — حفیظ الرّحمٰن

۴۲۔ سیاست الشرعیہ — امام ابن تیمیہ

۴۳۔ اسلام اور اجتماعیت — مولانا صدر الدین اصلاحی

۴۴۔ فتاویٰ عالمگیری جلد نہم — مطبوعہ قانونی کتب خانہ

۴۵۔ کتاب الاموال — امام ابو عبید

۴۶۔ دی عربس (مختصر تاریخ) — فلپ۔ کے۔ حتی

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

MUSLIM

MUNICIPAL ADMINISTRATION

By

MUSHTAQ A. CHAUDHRY

320 م 416 ج

15055-EU-64

Published By

... ILMI FOUNDATION

... ROAD, ISLAM PURA,

...ORE—PAKISTAN